نام کتاب : خواتین کا قرآنی کردار

سعی و اہتمام : اسلامک تھاٹ، قم

پہلا ایڈیشن : ۱۴۲۸ھ ق۔مطابق : ۲۰۰۷ء۔۱۳۸۶ھ ش۔

تعداد : ۲۰۰۰

کتاب ملنے کاایڈرس

FW, UK. ۵ ۱, Peterborough, PE۵۳۳Islamic Thought: P.O.Box

۵۵۵۹۶۲ ۱۷۳۳ ۰۰۴۴Tel:

Web: www.islamicthought.co.uk

Email: maulana@islamicthought.co.uk

islamicthoughtqum@yahoo.com

جامعہ زینبیہ جنڈ، ضلع اٹک، پاکستان

خواتین کا قرآنی کردار

مرضیہ علوی

اس کے نام

جس کے ہاتھ بندھے تھے،سر کھلا تھا ،بھائیوں کے کٹے سر،نیزوں پر سوار، سامنے تھے

اور وہ یزید جیسے سفاک اور بے حیا کے دربار میں،

حیا میں ڈوبی ہوئی اور جرأت سے بھری ہوئی آواز میں خطبہ دے رہی تھی،

یعنی خونِ شہداء کی پیامبر جنابِ زینبِ کبریٰ سلام اللہ علیہا۔-----

مقدمہ

الحمدللہ رب ا العالمین و الصلوۃوالسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وآ لہ الطیبین الطاہرین

اللہ سبحانہ نے انسان کو خلق فرمایا اور اپنے لطف خاص سے اس کی ہدایت اور رہنمائی کا بھی اسے ذریعہ مہیا کیا۔

انسان کی اپنی خالص فطرت بھی اس کی رہنما بنتی ہے اور فطرت کو بیدار رکھنے کیلئے رب کریم نے اپنے معصوم نمائندے بھی ارسال کیے۔

اب کچھ افراد ہدایت کی منازل کو طے کر کے نفس مطمئنہ کا مصداق ٹھہرے اور کچھ گمراہیوں کی تاریکیوں میں گر کر چوپائیوں کی مانند بلکہ بدتر قرار پائے۔

خداوند کریم نے پھر اپنی کتاب میں راہ ہدایت کو طے کرنے والوں کا ذکر بھی فرمایا اور ان کی تعریف بیان فرمائی اور بھٹک جانے والوں کے تذکرے بھی قرآن میں بیان فرمادیئے

جہاں مردوں کیلیئے نمونے پیش کیے وہاں عورتوں کا تذکرہ بھی بیان ہواخواتین کی گمراہی کے دو نمونے نوح اور لوط کی بیویوں کی صورت میں بڑے واضح بیان کیے اور ہدایت کیلیے بھی ایثار و قربانی اور حیا و عفت کی کئی مثالیں اور کئی کردار ذکر کیے۔

ہم نے اس مختصر سی تحریر میں چند واضح نمونے جو ایک خاتون کی زندگی پر اثر انداز ہوسکتے ہیں بیان کیے ہیں۔اس تحریر سے ہم ایک تو نمونوں کی عظمت کوبیان کرنا

چاہتے ہیں اور دوسری طرف سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان راہوں کو عبور کرتے ہوئے ان تک خواتین بھی پہنچ سکتی ہیں کہ پھر وہی ہر کسی کیلیے دینداری وایمانی نمونے بن جائیں۔امید ہے کہ کہ خواتین اس تحریر کو فقط پڑھنے تک ہی اکتفا نہیں کریں گی بلکہ ان نمونوں کو اپنی عملی زندگی میں بھی اپنائیں گی۔

اسلام میں خواتین کی عظمت

اسلام کا چراغ روشن ہونے سے پہلے انسانیت ہزاروں تاریکیوں ہیں‌ڈوبی ہوئی تھی۔شرک و بت پرستی اور جنگ و جدال جیسی قباحتیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ان برائیوں میں سے انسانیت کو خون کے آنسو رلانے والی ایک برائی اپنی ہی بیٹیوں کو اپنے ہی ہاتھوں سے زندہ در گور کرنے کی رسم تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس گمراہ انسان کی ہدایت کے لئے اپنے نمائندے بھیجے اور فرمایا: "ہم نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کوظلمات سے نور کی طرف نکال لائیں"۔(سورہ ابراہیم:۱۴(

اللہ سبحانہ نے آسمانی کتابیں نازل فرمائیں او ر آخری کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی تاکہ آپ پروردگار کے فرمان سے لوگوں کو شرک ،ظلم اور طغیان کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان،عدل اور صلح کی روشنی کی طرف لے جائیں۔(سورہ ابراھیم:۱(

ان الٰہی نمائندوں اور آسمانی کتابوں نے جہاں دوسری برائیوں سے روکا،بت پرستی سے ہٹا کر خدا پرست بنایا،مدت کے دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا،وہاں بیٹیوں کی عظمت کا درس بھی دیا۔قرآن مجید نے اسلام سے پہلے کسی کے ہاں بیٹی کی پیدائش کی یوں تصویر کشی کی:جب ان میں سے کسی کو خبر دی جائے کہ تمہارے ہاں بیٹی ہوئی ہے تو غم و پریشانی کے مارے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ زہر کے گھونٹ پی کررہ جاتا ہے اس بُری خبر پر اپنی قوم اورقبیلے سے منہ چھپائے پھرتا ہے اور اس فکر میں ہوتا ہے کہ ذلّت اٹھا کر اسے زندہ رہنے دے یا تہہ خاک دفن کر دے۔یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔(سورہ نحل:۵۸۔۵۹(

اسلام سے پہلے کی یہ حالت تھی اور اسلام کی آمد کے بعد پیغمبر اسلام کے اقوال پر نظر ڈالی جائے تو ایک حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہؐ کو خبر دی گئی کہ خدا وندِ کریم نے آپ کو بیٹی عطا فرمائی تو آپؐ نے فرمایا"اللہ نے مجھے ایک مہکتا ہوا پھول دیا ہے میں جس کی خوشبو سونگھوں گا،اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے"۔اور آپؐ کے کردار کو دیکھا جائے تو بیٹی کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

جب کوئی لڑکی دنیا میں آنکھ کھولتی ہے تو اِس کائنات میں اُس کا سب سے پہلا رشتہ بیٹی کے عنوان سے قائم ہوتا ہے کوئی اور بچہ اس کے والدین کے ہاں ہو گا تو وہ اس کی بہن بنے گی بڑی ہو کر شادی کے بندھن میں بندھے گی تو زوجہ قرار پائے گی کبھی گودی ہری ہو گی تو ماں کہلوائے گی بہن،زوجہ اور ماں کے رشتے ہو بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی۔مگر بیٹی کا رشتہ ایسا ہے کہ وہ دنیا میں آئی تو بیٹی ہونے کا یہ

رشتہ اپنے ساتھ لائی۔قرآن مجید میں بیان ہونے والے خواتین کے رشتوں کے تذکرے کو ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

قرآنِ مجید اسلام کے اصولوں اور قوانین کی کتاب ہے اور اس کے سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مثال اور نمونہ پیش کرتا ہے پھر اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔اللہ سبحانہ تعالیٰ نے پہلے رسول اللہؐکو نبی بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا:تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ تھا۔(سورہ احزاب:۲۱)پھر فرمایا اُن کی پیروی و اطاعت کرو۔

قرآن مجید نے ھدایت و راہنمائی کے لئے کئی نمونے اور کردار پیش کئے ہیں۔باپ کا کردار پیش کرنے کے لئے جنابِ لقمان کے مواعظ و نصیحتیں بیان کیں۔نافرمان بیٹے کو بلانے کے لئے حضرتِ نوحؑ کی پکار کو پیش کیا۔ماں کے لئے جناب اسماعیلؑ اور جنابِ موسیٰؑ کی مائوں کو نمونے کے طور پر ذکر کیا۔بیٹے کا تذکرہ کرنا چاہا تو حضرتِ اسماعیل کا اپنے باپ جنابِ ابراہیمؑ کے مشورے کے جواب میں فرمان نقل کر دیا:''بابا آپ کو اللہ کی طرف سے جو امر ہے وہ انجام دیں''۔ بھائیوں کے کردار کے لئے جنابِ یوسف اور آپ کے بھائیوں کا قصہ بیان کیا۔قرآنی قصوں پر الگ کتابیں لکھی گئی ہیں اور یہ قصے فکر و تدبر کا ذریعہ ہیں اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایاہے:یہ قصے اُن سے بیان کرو،شاید وہ غور و فکر کریں۔(سورہ اعراف:۱۷۶(

قرآن کریم نے متعدد آیات میں حکم دیا کہ اس زمین کا چکر لگائو اس کی سیر کرو اور دیکھو ان کے ساتھ کیا ہوا جو آپ سے پہلے تھے اور وہ آپ سے زیادہ طاقتور بھی تھے۔اس قسم کی چودہ آیات بیان ہوئی ہیں جو زمین میں سیر کے بارے میں کہتی ہیں

اور اگر غور کیا جائے تو سب آیات میں ایک لفظ '' دیکھو''مشترک ہے۔قرآن تاریخ پڑھنے کا نہیں کہتا بلکہ اسے نظر عبرت سے دیکھنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن ان قصوں سے زندگی کے درس دینا چاہتا ہے ،قرآن ان واقعات میں ترقی وکمال کے راز بتلاتا ہے اورقرآن ان واقعات میں شکست وناکامی کے اسباب تلاش کر کے ان سے بچنے کی راہیں سکھاتا ہے۔قرآن مجید نے یہ تاریخ اس لئے بتائی تاکہ اس کے اندر سے تلاش کیا جائے کہ ماضی کے ان افراد کو لوگوں کی نگاہوں میں عظیم کن اعمال نے بنایاہے ۔قرآن ان کی خبریں دہراتا ہے تاکہ غرق ہونے والوں کے انجام سے اپنے انجام کو دیکھا جا سکے اور ان راہوں سے جن کا انجام تباہی اور بربادی ہے ان سے پرہیز کیا جاسکے۔

قرآن مجید نے صاحبانِ ایما ن کے لئے بھی مثالیں پیش کیں ہیں اور کفر اختیار کرنے والوں کے لئے بھی مثالیں سامنے لائی ہیں۔ارشاد فرمایا:

''خدا نے اُن لوگوں کے لئے جو کافر ہو گئے ہیں ایک مثال دی ہے،نوحؑ کی بیوی کی مثال اور لوطؑ کی بیوی کی مثال۔وہ ہمارے دو صالح بندوں کے ما تحت تھیں لیکن اُن دونوں سے انہوں نے خیانت کی۔۔۔اور خدا نے مومنین کے لئے بھی ایک مثال بیان فرمائی ہے وہ فرعون کی بیوی کی مثال ہے ۔۔۔اور اسی طرح سے مریم بنت عمران کی مثال ہے۔(سورہ تحریم:۱۲۔۱۰(

ان قرآنی قصوں میں سب سے زیاد ہ تکرار جنابِ موسیٰؑ کے حالات وواقعات کا ہے اور قرآنِ کریم کے جس حصہ میں حضرتِ موسیٰؑ کا واقعہ زیادہ تفصیل سے بیان ہوا ہے اس سورہ کا نام ہی سورہ قصص یعنی قصوں والا سورہ ہے۔سورہ قصص قرآن مجید کا

اٹھائیسواں سورہ ہے جس میں جنابِ موسیٰؑ کی ولادت سے لے کر کلیم اللہ کی منزل تک پہنچنے کا تذکرہ ہے۔اس سورہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرتِ موسی کی زندگی کے اس حصہ کو بیان کیا گیا جب ایک دودھ پیتا کمزور اور بظاہر لا وارث بچہ،فرعون کے گھر میں پرورش پاتا ہے اور پھر قادرِ مطلق نے اس ضعیف بچے کو طاقتور دشمن سے پرورش کرا کے بڑا کر دیا اور خدا داد قوت سے یہی بچہ فرعون کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

سورہ قصص کی ابتداء میں ارشادِ پروردگار ہوتا ہے: یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ہم گروہِ مومنین کے لئے آپؐ سے موسیٰ و فرعون کی سچی داستان کا کچھ حصہ بیان کرتے ہیں۔

اس سورہ میں حضرتِ موسیٰ کے ساتھ جن کرداروں کا کوسامنے لایا گیا ہے ان میں سے پانچ کردار عورتوں کے ہیں ۔جناب موسیٰ کی والدۂ گرامی،آپ کی محترمہ بہن،فرعون کی زوجہ اور حضرتِ شعیبؑ کی دو بیٹیوں کے کردار بیان کئے گئے ہیں۔

موسیٰؑ کی ماں

جنابِ موسیٰ کے قصہ میں سب سے پہلا بیان آپ کی ماں کا ہے۔حضرتِ موسیٰ کی ولادت سے بہت پہلے ،جب فرعون کو نجومیوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل یعنی جنابِ موسیٰ کی قوم میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو تیری حکومت کو برباد کر دے گا۔فرعون نے اس بچے کی آمد کو روکنے کے لئے بنی اسرائیل کے نومولود نرینہ اولاد کو قتل

کروانا شروع کر دیا۔ایک موسیٰ کی آمد کو روکنے کے لئے ہزاروں بچوں کو دنیا میں آنے کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ہر گھر پر نظر رکھی جاتی تھی کہ کہیں بچہ پیدا ہو تو اگر لڑکا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

ان حالات میں جب ہر طرف قتل کا بازار گرم تھا۔موسیٰ کی ماں کی گود میں موسیٰ آئے۔ماں اس بچے کی زندگی کے بارے میں فکر مند اور خوف زدہ تھی کہ خدا وندِ متعال نے فرمایا:"اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا اور جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں اور غمگیں نہ ہونا کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے ا ور اسے رسولوں میں سے قرار دیں گے۔جب ماں کو بچے کے بارے میں سخت تشویش ہوئی تو اس نے حکمِ خدا سے اسے دریا میں ڈال دیا"۔

کلیم اللہ کی ماں سے رب کلام فرما رہا ہے، مو سیٰ کی ماں، تو اسے دودھ پلا گویا کریم رب ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے ماںکے دل میں بچے کی محبت ڈالنے والا وہی ہے ماں کے سینے میں دودھ بھیجنے والا وہی اورموسی کی ماں کو وحی کے ذریعے اور عام ماں کو فطرت کے ذریعہ دودھ پلانے کا حکم دینے والا وہی ہے۔موسیٰ کی ماں کو بچے سے متعلق خوف محسوس ہو تو تسلیاں دینے والااللہ اوربچے کی زندگی کو خطرہ ہو تو حفاظت کی راہیں بتانے والا بھی اللہ ہے۔

وہ ربِ رحمان فرماتا ہے موسیٰ کی ماں گھبرانا نہیں،ہمارے سہارے اور بھروسہ پر اسے دریا کے سپرد کر دینا۔ہمارے سہارے پر دریا میں ڈالو گی تو جیسے آپ ہمارا حکم ماننے والی ہیں دریا بھی ہمارے حکم کے تابع ہیںاور دریا اسے ڈبونے کے بجائے اس بچے

کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ہم اسے فقط پلٹائیں گے ہی نہیں بلکہ نبی بھی بنائیں گے۔

واقعات بتاتے ہیں کہ صبح کا وقت تھا اہلِ مصر محوِ خواب تھے موسیٰ کی ماں اللہ کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے، اپنے بچے کو صندوق میں ڈال کر نیل کے کنارے پہنچیں،آخری مرتبہ دریا کے کنارے بچے کو دودھ پلایااورپھر اللہ کے بھروسہ پر ننھے سے بچے کو نیل کی پرشور موجوں میں ڈال

دیا،صندوق ساحل سے دور ہوتا جا رہا تھا،ماں کنارے پر کھڑی دیکھ رہی تھی۔

مثالی ماں

قرآن مجید نے اس ایک آیت میں کائنات کی ماوں کے لئے ایک مثال قائم کی ہے کہ اگر مائیں قرآن کے اس کردار کو سامنے رکھیں تو ان کی اولادیں بھی سنور سکتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے ان کا نام بھی باقی رہ سکتا ہے۔اس آیت میں سے جو سبق سیکھے جا سکتے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔کہ

)ا (ماں کو احساس ہونا چاہیئے کہ اللہ ماں سے بھی زیادہ اس کی اولاد سے محبت کرنے والا ہے۔

۲)   (ماں کو علم ہونا چاہیئے کہ یہ اولاد اللہ کی امانت ہے اولاد کے لئے ماں کو وہی کرنا چاہیئے جو اللہ چاہتا ہے۔اور بچے کو رب کی امانت سمجھ کر اس کی پرورش کرنی چاہیئے۔

۳) (بچے کو دودھ پلانا ہے تو اسے اللہ کا حکم سمجھ کر پلانا چاہیئے، یوں اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہو گی اور اللہ کی عبادت بھی بجا لا رہی ہو گی۔

۴) (آپ اپنا کام اپنی طاقت کے مطابق انجام دیں باقی اللہ پر توکل رکھیں وہ بچے کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پرورش کے وسائل بھی مہیا کرتا ہے بچہ کہاں سے کھائے گا ،کہاں جائے گا کہاں رہے گا ، ماں کے فرائض آپ ادا کریں،ان تما م امور کا اہتمام اللہ فرمائے گا۔

۵) (اللہ پر بھروسہ ہو تو بچے اللہ کے سپرد کئے جا سکتے ہیں، اللہ پر توکل ہو تو دریا بھی اپنا بہاؤ بدل سکتے ہیں اور غرق کرنے کے بجائے ترقی کا وسیلہ بن سکتے ہیں،

٦)   (اللہ کی ذات پر یقین ہو تو بچے دریا کے حوالے کر کے بھی اطمیان میں رہا جا سکتا ہے۔

۷) (بچے کو کمالات تک پہنچانے میں پہلا کردار ماں کا ہے۔

۸) (ماؤں کو چاہیئے کی ایک ماں کے اعتماد کی معراج کو دیکھیں، رب کی قدرت کے کرشموں کو محسوس کریں اور اپنے دل کو عقیدہ اور یقین کی ان منازل کے

قریب لانے کی کوشش کریں،کہ اگر ماں ان مراحل کو طے کری گی تو پھر موسیٰ جیسے بیٹے پرورش پائیں گے۔

بہن کا پیار

جناب موسی کی زندگی میں ماں کے بعد دوسری جس خاتون کا کردار قرآنی کردا بنا وہ آپ کی بہن کا کردار ہے۔قرآن سے پیار کرنے والے ،اور اسے دستورِ الہی سمجھنے والے،نہ فقط اس کی آیات بلکہ اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرتے ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو درک کرنے والے ،قرآن کے حروف سے بھی مفاہیم اخذ کرتے ہیں ۔جناب موسی کی ماں بچے کو دریا کی موجوں کے حوالے کرکے اپنی بیٹی سے مخاطب ہوتی ہیں۔قرآن نے یہاں جو الفاظ بیان کئے وہ یہ ہیں:"ماں نے موسیٰ کی بہن سے کہاتُو اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔پس وہ اُسے دور سے دیکھتی رہی اور وہ لوگ اس حال سے بے خبر تھے"۔(قصص:۱۱(

جناب موسیٰ کی ماں کے الفاظ کو قرآن مجیدنے یوں نہیں بیان فرمایا کہ موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی کو کہا،بلکہ فرمایا: ماںنے موسی کی بہن کو کہاگویا قدرت اس رشتہ کی عظمت بیان کرنا چاہتی ہے اور یہ نہیں کہ موسی کو کمالات تک پہنچانے میں فقط ماں کا کردار ہے بلکہ بہن کے روپ میں بھی ایک خاتون اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔

ایک مثالی بہن بھائی کی جان بچانے کی خاطر دریا کے کنارے سفر کر رہی ہے تاکہ دیکھے کہ بھائی جاتا کہاں ہے اور بھائی بول نہیں سکتا اس کو کس طرح گھر واپس

لائے۔بہن بھائی کو دریا میں بہتا ہوا دیکھ رہی ہے اوردریا کی موجوں سے اس کا جھولا ٹکراتا ہے تو گھبراتی بھی نہیں اور روتی بھی نہیں ،اور فرعون کے کارندے جھولے کو دریا سے نکال کر محل میں لے جاتے ہیں تو چیخ و پکار بھی نہیں کرتی۔جب فرعون کی گود میں موسی کو محفوظ دیکھا تو اظہار خوشی بھی نہیں کیا کیونکہ وہ اپنی پہچان نہیں کروانا چاہتی تھی بلکہ بھائی کی جان بچانا چاہتی تھی۔

اس کے بعد کے منظر کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا:"اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والیوں کے دودھ حرام کر دیئے تھے تاکہ وہ اپنی ماں ہی کی گود میں پھر سے آجائے۔پس موسیٰ کی بہن نے جب دیکھا کہ فرعون کے محل والے کسی دایہ کی تلاش میں بے تاب ہیں‌تو کہا:کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں جو اس نومولود کی کفالت کر سکیں اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔پس ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگیں نہ ہو۔نیز وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے"

قرآن مجید کی اس آیت میں بہن کا بھائی سے پیا ر بیان ہوا ،بھائی نہ بول سکے تو بھی بہن کو پیارا ہوتا ہے،بھائی مشکلات میں گھرا ہو اہو اور طوفانوں کی زد میں ہو تو بھی اسے بھائی سے محبت ہوتی ہے،بھائی اگر حکمرانوں کے محلوں میں ہو تو اس کے لئے وہ بھائی ہوتا ہے اور اسے سے پیار کرتی ہے اور بہن کا کردار یہ ہے کہ بھائی کی جان کی حفاظت کی ضرورت ہو تو خود دکھ برداشت کرکے بھائی کی حفاظت کرتی ہے اور کبھی بھائی کے مشن کی حفاظت کی ضرورت ہو تو بھی آمادہ نظر آتی ہے۔

حقیقی مومنہ

جناب موسیٰ دریائے نیل عبور کر کے فرعون کے محل میں پہنچے تو یہاں خواتین میں سے تیسرا کردار ایک مثالی مومنہ کا نظر آتا ہے۔قرآن مجید نے اس کردار کو یوں بیان کیا:"اور فرعون کی بیوی نے جب دیکھا کہ وہ اسے قتل کر دینا چاہتے ہیں تو کہا کہ یہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو ، ممکن ہے کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں"۔

قرآن مجید کے الفاظ بتاتے ہیں کہ فرعون بچے کے چہرے اور صندوق کے ذریعہ دریا میں ڈالے جانے سے سمجھ گیا تھا کہ یہ بچہ بنی اسرائیل میں سے کسی کا بچہ ہے،جسے قتل سے بچانے کے لئے دریا میں ڈال دیا گیاہے۔یہ سوچ کر فرعون کے ذہن میں فوراً نجومیوں کی وہ پیشن گوئی آگئی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی بغاوت کرے گا اور اُس کی سلطنت کو نابود کردے گا۔یہ سوچ کر اس نے اس بچے کے قتل کا ارادہ کیا تو اس مومنہ نے نہ فقط بچے کو بچانے کی کوشش کی بلکہ فرعون کے دل میں بچے کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بن گئی۔

مشہور یہ ہے کہ اس خاتون کا نام آسیہ بنتِ مزاحم تھا۔کب اور کیسے ایمان لائیں،کوئی وضاحت بیان نہیں ہوئی۔جنابِ موسیٰ کی پرورش میں اس کی نرم مزاجی اوررحم دلی ظاہر ہوتی ہے اس وقت اس کے ایمان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔بظاہر جب اُس نے جا دو گروں کے مقابلہ میں جناب موسیٰ کے معجزات دیکھے تو اس کے دل کی گہرائیاں نورِ ایمان سے منوّر ہو گئیں اور وہ اس وقت موسیٰ پر ایمان لے آئیں۔

اِدھر اس خاتون نے ایمان کا اظہار کیااور اُدھرمشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔فرعون نے حکم دیا کہ اِس کے ہاتھوںاور پاوئں میں میخیں گاڑھ کر، سورج کی جلتی ہوئی دھوپ میں لٹا دیا جائے۔اور پھر ایک بہت بڑا پتھر اس کے سینہ پر رکھ دیاگیا۔جب اس خاتون نے اپنی موت کو اپنے سامنے دیکھا،تو اپنے رب سے مخاطب ہوئیں:"پروردگارا! میرے لئے جنت میں اپنے جوارِ رحمت میں ایک گھر بنا دے۔مجھے فرعون اور اس کے اعمال سے رہائی بخش اور مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے"۔خدا وند کریم نے بھی اس مومنہ کی دعا کو قبول کیا اور اسے جناب مریم جیسی دنیا کی بہترین خواتین میں شمار کیا۔

جناب آسیہ ایمان لائیں تو دکھ سامنے تھے،مشکلات واضح نظرآرہیں تھیںمگر جب ایمان سے دل کو مزیّن کر لیا تو پھر کوئی مشکل اور دکھ بھی رکاوٹ نہ بن سکا اور نہ ہی فرعون کے محلات کی سہولیات کا چھن جانا اسے قربِ خدا سے دور کھ سکا۔

اس مثالی خاتون نے زندگی کے آخری لمحات میں تین ایسے جملے کہے جو قرآن کی آیت بن گئے۔پہلا جملہ،پروردگارا! میرے لئے جنت میں اپنے جوارِ رحمت میں گھر عطا فرما۔یعنی کسی مومنہ کے لئے معیار محلات نہیںبلکہ ایمان ہے۔اس جملہ سے دنیا کی سہولیات کی تحقیر کی۔دوسراجملہ،مجھے فرعون اور اسکے عمل سے نجات دے۔اس جملہ میں فرعون کی شخصیت و بادشاہت اور قوت وطاقت کی تحقیر کی۔تیسرا جملہ،مجھے ظالم قوم سے رہائی بخش دے۔اس جملہ میں اس آلودہ ماحول اور معاشرے کی تحقیر کی اور ان مظالم سے اپنی علیحدگی اور بیگانگی کا اظہار کیاہے۔

تفسیرِ نمونہ میں ان آیا ت کے ضمن میں لکھا ہے:زندگی کے آخری لمحات میں اس با معرفت اور ایثار گر عورت کے یہ تین جملے کس قدر جچے تلے اور حساب شدہ ہیں۔ایسے جملے جو پوری دنیا کی سب عورتوں اور مردوں کے لئے نفع بخش اور باعث ہدایت ہو سکتے ہیں۔ایسے جملے جو ان تمام افراد کے لئے جو دنیا کی چمک دمک سے متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔جو ماحول کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قرار دیئے ہوتے ہیں۔جو شریک حیات کو خدا کی نافرمانی اور تقویٰ سے دوری کا جواز شمار کرتے ہیں۔یہ جملے ان سب بہانوں کو چھین لیتے ہیں۔

یقیناً فرعون کے دربار سے بڑھ کر زرق و برق اور جلال و جبروت موجود نہیں تھااسی طرح فرعون جیسے جابر وظالم کے شکنجوں سے بڑھ کر اور شکنجے موجود نہیں تھے مگر نہ وہ جا و جلال ایمان کی کمزوری کا ذریعہ بنے اور نہ ہی ظلم و شکنجے گھبراہٹ کا سبب۔اور ایک عورت ہو کر اتنے زرق وبرق کو چھوڑ ا، اور ایسے شکنجے جھیلے مگر باطل کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے اور رضائے خدا کے اس سفرکو بڑی عزت کے ساتھ جاری رکھا۔یہاں تک کہ اپنی جان بھی اپنے ربِ حقیقی کی راہ میں فدا کر دی۔

اگر کوئی با کمال خاتون ایمان کی عظمت سے آشنا ہو کر رب سے تعلق جوڑ لے تو اس کی نگاہ میں محلات،دولت اور شوہر کی بادشاہت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔حد یہ ہے کہ نہ فقط دنیا کے محلات کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ جنت کے مکانات پر بھی اکتفا نہیں کرتی۔جناب آسیہ نے عرض کی خدا وندا جنت میں اپنے جوار میں جگہ عنایت فرما۔نازوں میں رہنے والی ایک خاتون حق کی خاطردکھ جھیل کر کہہ رہی ہے کہ اگر ایک مومنہ عورت ایسی ہو سکتی ہے تو ایمان لے آنے والے مرد کتنے با عظمت ہوں گے۔

اس حقیقی مومنہ کا ایک جملہ جناب موسیٰ کی پرورش سے متعلق تھا اور ایک ایمان لانے کے بعد کے حالات اور مصائب کے بارے تھا۔اس تیسرے کردار کا جناب موسیٰ سے کوئی خونی رشتہ نہیں بلکہ ایک ایمانی اور قلبی تعلق تھا جو اس وقت تک باقی رہا جب تک جان میں جان تھی۔

مظلوم کی مدد

جناب موسیٰ فرعون کے محل میں پرورش پا کر جوان ہو گئے۔اللہ سبحانہ تعالی نے اس وقت کو یوں بیان فرمایا:''اور جب موسیٰ بھرپور جوان اور طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے حکمت اور دانش عطا کی اور ہم نیکو کاروں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں''۔حضرتِ موسیٰ یوں ہی زندگی گزار رہے ہیں کہ ایک نیا موڑ آپ کی زندگی میں پیش آیااورقرآن مجید نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا:''اور موسیٰ ایسے وقت میں جب اہل شہر غافل تھے،شہر میں داخل ہوئے تو ناگہاں آپ نے دو آدمیوں کو دیکھا جو باہم لڑ رہے تھے۔ان میں سے ایک موسیٰ کا پیروکار تھا اور دوسرا دشمنوں میں سے تھا۔جو آپ کا طرفدار تھا اس نے آپ کو مدد کے لئے بلایا تو موسیٰ نے دشمن کے سینے پر ایک مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیاوہ زمین پر گرا اور مر گیا''۔

اپنی قوم کے ایک شخص اور اپنے ایک پیروکار اور مظلوم کی مدد جسے زمانہ جرم سمجھتا ہے موسیٰ نے اسے فرض سمجھ کر ادا کیا اور اللہ نے اس مدد کا فوری اجر دیا اور اسے ایک قابل اطمینان منزل تک پہنچا دیایہ آیت بتلاتی ہے کہ اللہ کے ولی خود مشکلات برداشت کر لیتے ہیں مگر مظلوم کی مدد سے پہلو تہی نہیں کرتے۔

اب فرعون کے محلات میں یہ خبر پہنچی تو وہاں سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ:" سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں،پس تو فوراً شہر سے نکل جا کہ میں تیرا خیر خواہ ہوں"۔موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے نکلے اور ہر لحظہ کسی حادثے کا خوف تھا۔

فرعون کے محلات میں ناز و نعم میں پلنے والے موسیٰ شہر سے بے یار و مددگار نکل پڑے ،نہ راہ کا علم ہے اور نہ منزل کی خبر،نہ کوئی سواری ہے اور نہ راہ کا خرچ۔آٹھ دس دن کی راہ،بھوکے پیاسے طے کی اور چلتے چلتے قدرت نے موسیٰ کو مدین شہر کے باہر ایک کنویں تک پہنچا دیا۔مدین شہر فرعون کی سلطنت سے باہر تھا۔

جناب موسیٰ کی زندگی ہیں اب تک جن تین خواتین کا ذکر ہوا ہے وہ موسیٰ کی مددگار تھیں،ماں نے صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈالا،بہن ماں تک پلٹ کر لانے کا سبب بنی اور فرعون کی بیوی نے قتل ہونے سے بچایا۔مگر یہاں سے جن دو عورتوں کا تذکرہ شروع ہوتاہے موسیٰ ان کے مدد گار نظر آتے ہیں اور ان کی مدد خود آگے بڑھ کر کی نہ یہ کہ حضرت موسی منتظر رہے کہ وہ مدد طلب کریں تو میں آگے بڑھوں۔

حضرت موسیٰؑ اور باحیا عورتیں

حضرت موسی کا سوال

جناب موسیٰ کی زندگی میں اب تک جن تین عورتوں کا ذکر ہوا، وہاں ان تینوں‌عورتوں کا کلام تو قرآن مجید نے آیات کی صورت میں پیش کیا مگر اللہ کا کلیم ابھی تک خاموش تھاجب مدین شہر کے باہر پانی کے کنوؤں پر جناب موسیٰ پہنچے تو یہاں کلیم اللہ کو پھر دو عورتوں سے واسطہ پڑتا ہے اور یہاں ان عورتوں سے کلام بھی کرتے ہیں۔"ما خطبکما:آپ دونوں کی مشکل کیا ہے ،آپ کا معاملہ کیا ہے"۔یہی کلام تھا جو جناب موسی کی زندگی کو ایک نیا رخ مہیا کرتا ہے اور موسیٰ کو آگے چل کر کوہِ طور پر پہنچاتا ہے اور کلیم اللہ کی منازل کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

جناب موسیٰ کی زندگی کے اس حصہ کو سورہ قصص کی چند آیات ہیں‌پیش کیا گیا۔ تھکے ہارے، بھوکے پیاسے، پاوئں پر آبلے اور دشمن کا خوف لئے جناب موسیٰ مدین کے باہر پہنچے توقرآن مجید نے یہاں موسیٰ کے دکھوں کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کسی دکھی کی مدد کو بیان فرمایا۔

قرآن مجید اس منظر کو یوں پیش کرتا ہے:"اور جب موسیٰ مدین میں پانی کے کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اپنے چوپایوں کو پانی پلا رہے ہیں اور اُن کے ایک طرف دو عورتیں اپنے مویشیوں کو لئے کھڑی ہیں اور انہیں کنویں کے نزدیک نہیں آنے دیتیں۔اُن سے موسیٰ نے پوچھا تمہیں کیا مسئلہ درپیش ہے؟اُن دونوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک تمام چرواہے یہاں سے نکل نہ جائیں اور ہمارا باپ بہت ہی بوڑھا ہے۔پس موسیٰ نے اُن کے مویشیوں کو پانی پلایا اورپھر و ہ سائے کی جگہ جا بیٹھے اور کہا پروردگارا! تو مجھے جو بھی نعمت عطا کرے گا ،میں اس کا حاجت مند ہوں"۔

ان دو آیات کے لہجے کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ دس دن کے بھوکے پیاسے اللہ کے پیارے موسیٰ کے لئے یہاں پہنچ کر اور وہاں کا منظر دیکھ کر اپنی بھوک پیاس اتنی مہم نہ رہی بلکہ دو ضرورت مند خواتین کی مدد مہم بن گئی۔موسیٰ سائے میں اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک ان کی بھیڑوں کو پانی نہ پلا لیا۔ہمدردی کی مستحق عورتوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کا تذکرہ تو ہے مگر موسیٰ کے پانی پینے کا بیان نہیں۔

سفر کی تھکاوٹ،پاؤں کے زخم،بھوک وپیاس اور جسمانی کمزوری میں سے کوئی چیز بھی دوسروں کی مدد میں رکاوٹ نہ بن سکی یہ آیات بتا رہی ہیں کہ اللہ والوں کے ہاں اہمیت ذات کی نہیں ہوتی بلکہ ان کے نزدیک اہمیت اللہ کی رضا و خوشنودی میں ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا بہترین ذریعہ اللہ کے ضرورت مند بندوں کی اللہ کے لئے مدد کرنا ہے اللہ کے بندے مخلوقِ خدا کی مدد کرتے ہیں تو کسی اجر و شکر کے امیدوار

نہیں ہوتے اور جو اللہ کے لئے عمل انجام دیتا ہے اللہ تعالی ضرور اسے اجر دیتا ہے۔

شریف زادیوں کا جواب

جناب موسیٰ نے کنویں کے پاس مردوں کی بِھیڑ اور کنویں سے کچھ فاصلہ پر دو عورتوں کو مویشی روکے ہوئے دیکھا تو ان دو عورتوں کی طرف بڑھے اور ایک جملہ کہا جس میں دو سوال پنہاں تھے قرآن مجید نے جن الفاظ کو موسیٰ کی زبانی بیان کیا وہ یہ ہیں، ''ماخطبکما'' تم د و عورتوں کی مشکل کیا ہے تم دونوں کو کیا مسئلہ درپیش ہے پہلا سوال یہ تھا کہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور آپ دونوں دور کھڑی انتظار کر رہی ہو اور مویشیوں کو ادھر جانے سے روک رہی ہو،اس کی وجہ کیا ہے ؟اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ عورتیں ہو کر گھر سے باہر کیوں آئی ہو، اس کام کے لئے آپ کا کوئی مرد کیوں نہیں آیا؟کونسی مجبوری آپ کو گھر سے باہر لے آئی ہے؟

جناب موسیٰ کے اعتراض آمیز لہجے کو ان دونوں نے محسوس کر لیا اور مختصر ترین الفاظ میں دونوں سوالوں کا جواب دیا۔دور اس لئے کھڑی ہیں کہ وہاں کنویں پر نامحرم کھڑے ہیں،اور ہم نامحرموں کی بِھیڑ میں جانا گوارا نہیں کرتیں،جب وہ سب اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر گھروں کو چلے جاتے ہیں تو اس وقت ہم اپنے مویشیوں کو

پانی پلاتی ہیں اور گھر سے باہر آنے کی مجبوری یہ ہے کہ گھر میں باپ کے علاوہ اور کوئی مرد ہے نہیں اور باپ اتنا بوڑھا ہے کہ وہ باہر آ نہیں سکتا۔

جناب موسیٰ ان کا جواب سن کر کنویں کی طرف مڑے اور ان مردوں سے خفا ہوئے کہ آپ کیسے نامرد ہو کہ عورتوں کا خیال نہیں کرتے اور ان کو پہلے پانی کیوں نہیں پلالینے دیتے۔ان نامردوں نے ایک کمزور اور تھکے ہوئے شخص کو طعنہ دیا کیا کہ اگر آپ کو ان کا اتنا ہی احساس ہے تو تم ہی ان کے مویشیوں کو پانی پلا دو۔جناب موسیٰ نے ان کو کنویں سے ہٹایا اور پانی کا ڈول فوراً کھینچ کر ان عورتوں کے مویشیوں کو پانی پلا دیا اور پھر جا کر سائے میں بیٹھ گئے۔

مویشیوں کو پانی پلانے والی یہ دو عورتیں کون تھیں ؟ان کا کردار اور ان کی گفتار یہ بتاتی ہے کہ کسی عظیم مربی کی پروردہ تھیں۔ان کے بارے میں علماء کے درمیان شہرت یہ ہے کہ وہ اللہ کے نبی جناب شعیبؑ کی بیٹیاں تھیں۔

جناب موسیٰ کے سوال اور ان عورتوں کے جواب میں کئی مفا ہیم و پیغامات واضح طور پر بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ا۔جناب موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ آپ کا مسئلہ کیا ہے۔یعنی پوچھے بغیر شریف کسی کے بارے میں غلط نہیں سوچتے اور سامنے والا شریف جب حقیقت پر مبنی جواب دیتا ہے تو وہ فوراً مطمئن ہو جاتے ہیںاوراگروہ وضاحت کر دے تو یہ اس کی بات کو مان لیتے ہیں۔

۲۔جناب موسیٰ نے پوچھایعنی اللہ والے کسی کو مشکل میں دیکھ کر اس سے لاتعلق نہیں رہتے بلکہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں اوریہ نہیں کہتے کہ وہ جانے اور اس کا کام۔

۳۔''قالتا''دونوں نے جواب دیا یعنی یوں بات کی کہ حضرت موسیٰ اس طرف متوجہ نہ ہوں بلکہ معلوم ہی نہ ہو کہ کون بولی ہے۔

۴۔ان دونوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک یہ سب چلے نہ جائیں یعنی پہلے اپنی غیرت و شرافت کا اظہار کیا،تاکہ اس نامحرم موسیٰ کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہم نامحرموں سے دور رہنے والی ہیں۔ہمیں دیر پسند ہے لیکن نامحرموں کی بِھیڑ میں جانا پسند نہیں۔

۵۔شریف زادیوں کی نشانی یہ ہے کہ اگر انہیں مجبوری گھر سے باہر لے آئے تو وہ مجبوری کا بہانہ بنا کر نامحرموں کے ہر قسم کے مخلوط کاموں‌میں شامل نہیں ہوا کرتیں۔

۶۔شریف زادی کو کبھی نامحرم سے مجبوری میں بات کرنا پڑے تو وہ فقط ضروری بات کرتی ہے کوئی اضافی لفظ بھی نہیں کہتیں۔

مثالی بیٹیاں

جناب موسیٰ کو حضرتِ شعیب کی بیٹیوں نے دوسرے جملے میں جواب دیا تھا کہ ”ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے“ اس جملے میں انہوں نے اپنے باہر آنے کی مجبوری کی وضاحت کر دی تھی۔اس جملے ہیں بھی کئی سبق موجود ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

۱۔شریف بیٹیاں کسی غیر کو خواہ کتنا ہی شریف کیوں نہ ہوان کے باپ کی عزت کے بارے میں غلط سوچنے کا موقعہ بھی نہیں دیتیں۔انہوں نے فوراً اپنے باپ کی مجبوری بھی بیان کر دی کہ وہ بہت بوڑھا ہے اس لئے خود باہر نہیں آ سکتا۔

۲۔نبی کی بیٹیاں ہو کر مویشی تو چرا سکتی ہیں مگر کسی کے سامنے دستِ گدائی نہیں پھیلا سکتیں۔

۳۔شریف بیٹی کمزور باپ پر بوجھ نہیں بنتی بلکہ اس کی مددگار بن جاتی ہے۔

۴۔صاحب عزت شخص کی بیٹی کوگھر سے باہر آنا پڑے تو اکیلی نہیں آئے گی بلکہ کوشش کرے گی کہ اور کوئی نہیں تو بہن کو ہی لے کر آئے اور بولے تو اس انداز سے کہ نامحرم کے سامنے اس کا کوئی الگ تصور نہ آئے۔

مثالی بیٹی کا کردار یہ ہے کہ قیامت تک دنیا اس کے قصوں کو پڑھتی رہے ،تواس میں باپ کی نیک تربیت اور بیٹیوں کے نیک کردار کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔مثالی بیٹی وہ ہے جس کو اپنے الفاظ پر بھی مکمل کنڑول ہو۔چراتی بھیڑیں تھیں اور کردار

قرآن کی آیات بن گیا۔ہاں! اس زہر آلود ماحول میں کوئی بیٹی بھی ان کرداروں کو اپنا کر باپ کی عزت کا سرمایہ اور دنیا بھر کی بیٹیوں کے لئے مثال بن سکتی ہے۔

تربیت اولاد

جنابِ شعیبؑ کی بیٹیوں کے مویشیوں کو پانی پلاکر جنابِ موسیٰ درخت کے سائے میں بیٹھ کر اپنے رب سے باتیں کرنے میں مشغول ہو گئے آپ نے ان خواتین سے کسی اجر کی توقع نہ رکھی بلکہ یہ کام اللہ کے لئے کیا تھا اور اللہ ہی سے امید تھی۔

ادھر جناب شعیبؑ کی بیٹیاں جناب موسیٰ کی مدد سے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر معمول سے پہلے گھر پہنچ گئیں تواب باپ بیٹیوں میں کیا باتیں ہوئیں قرآن مجید میں تفصیل موجود نہیں ہے مگر مفسرّین لکھتے ہیں کہ جناب شعیب کی بیٹیاں معمول سے پہلے گھر آگئیں تو باپ نے اس خلافِ معمول بات کے بارے میں ان سے سوال کیا۔یہاں تربیت کاایک بڑا مہم اصول بتلایا گیا ہے کہ اگر اولاد کے اٹھنے بیٹھنے اور آنے جانے میں کوئی نئ بات دیکھیں تو ان سے سوال کریں اور اگر ان کے پاس کوئی نئ چیز دیکھیں تو بھی ان سے پوچھیں۔

تربیت کے اس اصول کی ایک جھلک جناب مریم اور حضرتِ ذکریا کے قصے میں نظر آتی ہے قرآن کریم نے اسے یوں بیان فرمایا:"حضرتِ ذکریاؑ جو جناب مریم کے مربی اور کفیل تھے جناب مریم کے عبادت (محراب) کے پاس آکر دیکھتے ہیں تو خاص غذائیں وہاں پڑی ہوئی دیکھتے ہیں توان سے پوچھتے ہیں یہ کہاں سے لائی ہو۔وہ کہتی ہیں یہ

خدا کی طرف سے ہے،خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے‘‘۔(سورہ آلعمران:۳۷)

جناب ذکریا نے نئے قسم کے کھانے دیکھے تو شک نہیں کیا بلکہ سوال کیا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں اور جناب مریم نے بھی اسے اپنے لئے توہین نہیں سمجھا بلکہ جواب دینا فرض سمجھا اور کہا یہ اللہ کی طرف سے مجھے ملا ہے اورجناب ذکریا اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔تربیت کے اس اصول کو آیت کی صورت میں بیان کیا گیا کہ اگر پرورش کرنے والا پرورش پانے والے کے ہاں کوئی نئی چیز دیکھے تو پوچھے اور یہی اصول جناب شعیب کے سوال میں بیان ہواکہ کوئی خلافِ معمول بات سر انجام پا رہی ہو تو ضرور سوال کرے۔

قرآنی تربیت کا ایک اور اصول جو یہاں بیان ہوا وہ یہ ہے کہ کسی پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔جناب موسیٰ نے اُن دو عورتوں کو کنویں پرکھڑے دیکھا تو بد گمانی نہیں کی بلکہ حقیقت جاننے کے لئے سوال کیااور ان عورتوں نے تسلی بخش جواب دیا تو مطمئن ہو گئے اور یہاں جناب شعیب نے بھی بدگمانی نہیں کی بلکہ سوال کیا اور بیٹیوں نے جنابِ موسیٰ کے بارے میں تفصیل بتائی تو آپ مطمئن ہو گئے۔

عورت کا زیور

شریف کے ساتھ کوئی احسان کرے تو وہ اسے بھولتا نہیں ، خاص کر کسی عزت دار کی بیٹی پر کوئی احسان کرے تو اسے فراموش نہیں کرتا اور جلد سے جلد اس کا بدلہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔جنابِ شعیب نے جب بیٹیوں سے اس جوان کے احسان کا قصہ سنا تو اسے اجر دینے کے لئے ایک بیٹی کو بھیجااور کہا: میری بیٹی جاؤ اور اس جوان کو بلا کر لے آئو۔اُدھر موسیٰ درخت کے سائے میں اللہ کے بھروسے پر بیٹھے ہیں۔اِدھر سے جناب شعیب کی ایک بیٹی باپ کے کہنے پر موسیٰ کو بلانے کیلیے چلیں۔

قرآنِ کریم نے اس واقعہ کے پہلے حصہ میں جناب شعیب کی بیٹیوں کے اندازِ گفتگو کو تعریف کے انداز میں پیش کیا اور یہاں ان میں سے ایک کے چلنے کے طریقہ کی تعریف کی۔قرآن مجید نے اس منظر کی یوں تصویر کشی کی ہے:''موسیٰ کو درخت کے سائے میں بیٹھے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اُن لڑکیوں میں سے ایک حیا و شرم کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰ کی طرف آئی اور کہا،میرے والد تمہیں بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو ہمارے مویشیوں کو پانی پلایا تھااس کی آپ کو اجرت دیں''۔

وہ آنے والی کس عظیم باپ کی پرورش یافتہ بیٹی تھی جس کے چلنے کے انداز کی خدا تعریف کرے،وہ عفت وپاکدامنی کی کیسی دیوی تھی کہ اللہ اس کے حیا کی گواہیاں دے،وہ شرافت کی کیسی ملکہ تھی جس کا شرم و حیا قرآن کی آیت بن گیا۔پورے قرآن میں رب کی ذات سے ہٹ کر کسی بشر کے لئے حیا کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہ یہی مقام ہے ،جہاں جناب شعیب کی بیٹی کے چلنے کو حیا کی صفت کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔

حیا نفس کی اس حالت اور کیفیت کا نام ہے جو انسان کو قابلِ ملامت کاموں سے روکتی ہے اورحیاہر معیوب چیز سے خوف زدہ رہنے کا نام ہے،حیا دار کو قابلِ نفرت چیزوں کا واقع ہونا ہی نہیں بلکہ اُن کا تصور بھی شرما دیتا ہے۔

قرآن مجید اس آیت میں اعلان کر رہا ہے کہ شریف گھرانے کی شریف زادی کو اگر مجبوری کے عالم میں ،گھر سے باہر قدم رکھنا پڑے تو وہ سونے اور چاندی کے نہیں، بلکہ حیا و عفت کے زیور پہن کر نکلتی ہے تووہ دنیا کے کام بھی انجام دیتی ہے اور چلنے اور بولنے میں حیا کی بھی رعایت کرتی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:"حیا تمامِ دین ہے"۔جنابِ امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں:"دنیا کے لباسوں میں سے بہترین لباس حیا ہے"۔امام جعفرِ صادقؑ فرماتے ہیں:"جو حیا دار نہیں وہ ایماندار نہیں ہے"۔احادیث میں آیا ہے کہ حیا کے نو حصے عورت کے ساتھ مخصوص ہیں اور ایک حصہ مرد کو نصیب ہے۔

عورت کا سب سے بڑا سرمایہ اور سب سے قیمتی زیور حیا ہے۔حیا اِس دنیا میں بھی اُس کی زینت کا سبب بنتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی زینت کا ذریعہ ہے،ہے کوئی دنیا کا اور قیمتی زیور و سرمایہ ،جس کی تعریف خدا کرے؟

سورہ نور آیہ ۳۱ میں ارشاد پروردگار ہے:"اور با ایمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نگاہِ ہوس آلود سے بند رکھیں اور اپنا دامن محفوظ رکھیں،اور سوائے اس حصے کے کہ جو ظاہر ہے اپنے بناؤ سنگھار کو آشکار نہ کریں اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے سینے پر ڈال دیں۔۔۔کسی کے سامنے اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں،وہ اس طرح سے زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہوجائے اور

پازیبوں کی جھنکار لوگوں کو سنائی دے"۔ہم یہاں پردے کے مسائل بیان نہیں کر رہے بس اتنا عرض کرتے چلیں کہ شرفاء اپنی عورتوں کو سورہ نور کی علمی اور عملی تفسیر سے ضرور آگاہ کریں۔

قرآن مجید کے اس آیہ میں عفت وپاکدامنی کا خیال رکھنے کے لئے چلنے کا طریقہ بھی حکم کے طور پر بتلایا گیایعنی عورت کے زیور کی آواز نامحرم مرد کے کانوں تک نہیں جانی چاہیے یعنی دنیا کے زیور پہن کر چلیں تو ان کی آواز اور جھنکار کا خیال رکھیں مگر حیا وہ زیور ہے جس کے ساتھ اگر کوئی شریف زادی چل کر گئی ہے تو قرآن کے ذریعہ اس کی جھنکار قیامت تک باقی رہے گی اور کائنات کی ہر شریف زادی کے لئے نمونہ عمل بنی رہے گی۔

گھر کی دعوت

جناب شعیبؑ کی بیٹی آئیں اور جناب موسیٰ کو گھر پر آنے کی دعوت دی۔جیسے پہلی بار جناب موسیٰ کے اس سوال پر کہ آپ کی مشکل کیا ہے ،کا مختصر ترین الفاظ میں جواب دیا تھا یہاں بھی کم سے کم الفاظ میں باپ کا پیغام پہنچایا۔کسی شریف زادی کا نا محرم کو گھر کی دعوت دینا کوئی اچھی بات تصور نہیں ہوتا ،اس لئے جناب شعیب کی بیٹی نے اپنی بات یوں بیان کی،"میرے بابا آپ کو بلاتے ہیں"یعنی ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہیں کیا کہ مرد کے ذہن میں یہ تصور بھی پیدا ہو کہ یہ خاتون مجھے دعوت دے رہی ہے۔مرد مردوں کو بلاتے ہیں اس لئے پہلے باپ کا ذکر کیا پھر

دعوت کااورساتھ ہی بلانے کی وجہ بھی بیان کر دی کہ وہ آپ کو ہمارے مویشیوں کو پانی پلانے کا اجر دینا چاہتے ہیں۔

اس دعوت کے اندر کئی تربیتی درس بیا ن ہوئے ہیں۔

ا۔اللہ والوں کو بیٹیوں پر اتنا اعتماد ہوتا ہے کہ وہ انہیں اپنا نمائندہ بنا لیتے ہیں ،جیسے یہاں جناب شعیب نے اپنی بیٹی کو موسیٰ کی دعوت کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔

۲۔شریف کسی کے احسان کا بدلہ دینے میں دیر نہیں کرتے ،جیسے یہاں جناب موسیٰ کو جناب شعیب نے فوراً اجر کے لئے بلایا۔

۳۔کسی کا ظاہری طور پر چھوٹا سا ہی احسان ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ اجر دینا چاہیئے۔

۴۔کسی مسافر اور ضرورت مند کے کردار سے مطمئن ہو تو اسے گھر بلانے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۔جناب موسیٰ نے پہچان نہ ہونے کے باوجود جناب شعیب کی دعوت قبول کر لی،یعنی کوئی دعوت کے لئے بلائے تو اسے ردنہیں کرنا چاہیئے۔

٦۔دعوت رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے جیسے ایک دعوت سے جناب موسیٰ و جناب شعیب کا ہمیشہ کا رشتہ بن گیا۔

۷۔کسی غیر کو گھر بلانے سے پہلے اس کے کردار کا اطمینان ہونا چاہیئے،جیسے جناب شعیب نے حضرتِ موسیٰ کو تب بلایا جب بیٹیوں نے موسیٰ کا کردار بیان کیا۔

کس کو گھر پر لایا جا سکتا ہے اور اس کا اثر کیا ہوتا ہے ؟جناب امیر المؤمنین نے نہج البلاغہ میں اپنے بیٹے جنابِ امام حسنؑ کو جو وصیت فرمائی اس میں اس موضوع کو یوں‌بیان فرمایا:

عورتوں کا گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابلِ اعتماد کو گھر میں آنے دینا"۔(نہج البلاغہ وصیت۳۱)

میزبان اور مہمان

حضرتِ موسیٰؑ نے جب اس لڑکی کے ذریعہ اُس کے باپ کا پیغام سُنا توآپ کے دل میں امید کی ایک چمک پیدا ہوئی اورانہوں نے محسوس کر لیا کہ مجھے بلانے والا کوئی بزرگ انسان ہے۔اُس کا پیغام اس کی بزرگی کا نشان تھا کہ اس نے یہ پسند نہ کیا کہ کسی انسان کی چھوٹی سی زحمت بھی اجر کے بغیر رہ جائے یہ ضرور کوئی ملکوتی انسان ہے اور اس کی بزرگی کی دوسری نشانی اس کی بیٹی ہے جس کی چال اور گفتار سے عزت وشرافت اور حیا و شرم ٹپک رہی ہے۔

جناب شعیب کی بیٹی کی راہنمائی سے حضرت موسیٰ جناب شعیب کے گھر پہنچے۔جناب موسیٰ کی نظر مٹی کے ایک معمولی سے گھر کے ایک کونے میں بیٹھے، ایک سفید بالوں والے بوڑھے شخص پر پڑی۔اس بزرگ نے تشکر آمیز نگاہوں سے مہمان کو خوش آمدید کہااورانسان شناس نگاہوں نے ایک دوسرے کو پہچاناجناب شعیب بیٹیوں سے جناب موسیٰ کا ذکر سن چکے تھے اور موسیٰ اجر دینے کی دعوت سے اس بزرگ

کی عظمت کو جان چکے تھے کہ جس بزرگ کو پانی کا ڈول کھینچنے کا اجر دینا یاد ہے وہ کتنا عظیم انسان ہو گا۔

قرآن مجیدنے اس ملاقات کو یوں بیان فرمایا:"پس موسیٰ اس کے (شعیب)ہاں آئے ،اُن سے سارا قصہ بیان کیا تو اُس نے (شعیب)کہا ڈرو نہیں تم نے ظالموں سے نجات پالی ہے"۔جناب موسیٰ نے جو قصہ بیان کیا اسی قصہ کے لفظ سے یہ سورہ قصص کہلوایااورحضرت موسیٰ نے کہا ںسے کہاں تک کا قصہ بیان کیا ،قرآن مجید میں تفصیل موجود نہیں۔

جناب موسیٰ نے اپنی کہانی سنائی،جناب شعیبؑ نے موسیٰ کوتسلی دی اور جناب شعیب کی بیٹی نے یہاں باپ کو ایک مشورہ دیا،قرآن مجید نے جناب شعیب کی بیٹیوں میں سے ایک کا یہ جملہ یہاں نقل کیا اور ان مثالی بیٹیوں کا یہ تیسرا جملہ ہے:"اُن دو لڑکیوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان آپ اسے ملازم رکھ لیجئے۔کیونکہ بہترین ملازم جو آپ رکھ سکیں اسے توانا اور امین ہونا چاہیے"۔

بیتِ نبوت کی پلی بیٹی نے یہاں ایک ہی جملے میں بڑے مؤدبانہ اور سوچے سمجھے الفاظ سے اپنا ما فی الضمیر ادا کیا۔یہ الفاظ اس کے حیا وشرم کے آئینہ دار نظر آتے ہیں،اور ایک شریف زادی نے مختصر الفاظ اور تھوڑی سی عبارت کے ذریعہ دو نبیوں کو ہمیشہ کے لئے ایک بنانے کی بنیاد رکھی۔ایک نبی جناب شعیب کو خدمت گزار تلاش کر دیا تو دوسرے پردیسی اور مشکلات میں مبتلا جوان جناب موسیٰ کو مدد وسہارا مہیا کیا۔ جناب شعیبؑ اپنی جگہ خوش ہیں کہ انہیں موسیٰ کی صورت میں ایک لائق

شاگرد مل گیا ہے اور جنابِ موسیٰ خوش ہیں کہ انہیں فرعون کے محلات چھوڑ کر ایک روحانی محل نصیب ہوا ہے۔

امانت داری کی تعریف

حضرت موسیٰ کنویں سے چل کر حضرت شعیبؑ کے گھر کیسے آئے، قرآن مجید میں اس کی وضاحت تو موجود نہیں مگر اس واقعہ کے ایک لفظ میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔حضرت موسیٰ جب حضرت شعیب کے گھر پہنچے توجناب شعیب کی بیٹی نے باپ کو مشورہ دیا کہ بابا اسے گھر میں ملازم رکھ لیں۔اس مشورہ میں بھی اس پارسا بی بی نے دلیل دی کہ اسے ملازم رکھنے کا مشورہ دلیل کے بغیر نہیں دے رہی۔کسی ملازم کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں ایک تو وہ توانا ہو ، تاکہ اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے انجام دے سکے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ امین ہونا چاہیے۔

جناب موسیٰ کی طاقت و قوت کا اندازہ تو اس وقت لگایا گیا جب آپ نے ان لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے وہ ڈول جو کئی مرد مل کر کھینچتے تھے اکیلے کھینچا،مگر آپ کی امانت اور نیک نیتی کا علم کیسے ہوا جس کی بنا پر اس لڑکی نے موسیٰ کو امین کہا۔یہاں جناب امام علی الرضاؑ فرماتے ہیں کہ جب جناب شعیب نے پوچھا کہ بیٹی آپ نے اس کی سیرت کی اچھائی اور امانت کی گواہی کیسے دی تو اس لڑکی نے

کہا”بابا جب آپ کی دعوت کا پیغام اسے دیا تو مجھے کہا کہ میری پیچھے چلتی آؤ اور میری راہنمائی کرنا،بابا اسے میری پشت پر نگاہ بھی گوارا نہیں تھی“۔

اس جملے میں امانت کی عجیب تعریف کی گئی ہے یعنی امین فقط وہ نہیں ہوتا جو لوگوں کے مالِ دنیا کا خیال رکھے بلکہ امین وہ ہوتا ہے جو لوگوں کی عزتوں اور ان کے عزت وناموس کا بھی محافظ ہو۔امین وہ ہوتا ہے جو لوگوں کی بیٹیوں کی پشت پر نگاہ کو بھی اپنے لئے صحیح نہ جانے۔امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں :” ہمارے شیعوں میں سے متقی و طاہر وہ ہے جس کی پاکیزگی کی گواہی شرفاء کی شریف خواتین گھروں میں دیں“۔

بعض مفسرین یہاں لکھتے ہیں کہ حیا کی یہ ملکہ موسیٰ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور موسیٰ کی راہنمائی کے لئے اور اپنی آواز کو پردے میں رکھنے کی وجہ سے، دائیں بائیں کے الفاظ کہنے کے بجائے ،جس سمت جانا ہوتا تھا اُس طرف پتھر پھینکتی تاکہ موسیٰ جیسا مسافر راہ بھی نہ بھولے اور میری آواز کا پردہ بھی باقی رہے۔حیا کی عظمتوں سے ناواقف کوئی شخص شاید اس حقیقت کونہ سمجھ سکے مگر کیا کیا جائے کہ اللہ والوں کے ہاں یہ طریقہ رائج تھا۔

مرحوم فیض کاشانی اپنی مشہور کتاب محجۃ البیضاء ہیںلکھتے ہیںکہ جناب امیر المؤمنینؑ عورتوں کو سلام نہیں کیا کرتے تھے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ یا علیؑ پیغمبر اکرمؐ تو عورتوں کو سلام کیا کرتے تھے آپ کیوں سلام نہیں کرتے۔امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ پیغمبر اکرمؐ مجھ سے عمر ہیںتیس سال بڑے تھے لیکن میں جوان

ہوں۔سلام اس لئے نہیں کرتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعض عورتوں کا سلام مجھ پر غلط اثر نہ ڈالے۔(محجۃ البیضاء ج۳)

علیؑ معصوم ہیں، علیؑ امام ہیں،وہاں گناہ کا گزر بھی نہیں۔یہ درس تھا جوانوں کے لئے کہ خبردارخیال رکھنا سلام بھی آپ کو غلط تعلقات کی طرف لے جا سکتا ہے۔اگر غلط اثر کا ڈر ہو تو سلام جیسے مستحب عمل کو بھی چھوڑ دو اور اس خطرے سے محفوظ رہو جسے علی جیسے امام خطرہ قرار دے رہے ہیں۔

قرآن مجید نے حیا کی بقا کے لئے نظریں جھکانے اور اپنا وجود چھپانے ہی کا نہیں کہا بلکہ آ واز کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ایک مقام پر فرمایا:''مومنین سے کہہ دو،اپنی آنکھوں کو نامحرموں کو دیکھنے سے بند رکھیں اور با ایمان عورتوں سے کہہ دو وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرموں کو دیکھنے سے بند رکھیں''۔(النور:۳۰)دوسرے مقام پر عورتوں کے بارے میں فرمایا :'' کوئی سوال بھی کرتا ہے تو پردے کے پیچھے سے سوال کرے''۔(احزاب:۵۳)آواز کے پردے کے بارے میں قرآن نے فرمایا:''ہوس انگیز قسم کی گفتگو نہ کیا کرو''۔(احزاب:۳۲)

داماد کا انتخاب

جناب شعیب کی بیٹی نے باپ کو ملازم رکھنے کا مشورہ دیااور اللہ کے نبی نے دلیل کے ساتھ بیان ہونے والے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔یہاں ایک درس بیان ہوا ہے کہ اگر بیٹی بھی دلیل کے ساتھ مشورہ دے تو بیٹی ہونے کی وجہ سے اس مشورہ کو

رد مت کریں۔بیٹی کے مشورہ کی بھی اہمیت ہے۔اس جملہ میں یہ درس بھی موجود ہے کہ والدین اور اولاد میں ایسا قریبی رابطہ ہونا چاہیے کہ اولاد والدین کے سامنے اپنی رائے پیش کر سکے۔جوانوں کے لئے درس ہے کہ گھر میں رائے کا حق سب کو ہونا چاہیے مگر آخری فیصلہ سرپرست کو کرنا چاہیے۔

خدمت کے لئے ملازم رکھنے کے مشورہ میں بھی جناب شعیب کی بیٹیوں کے حیا کی جھلک نظر آتی ہے یعنی گھر میں کوئی مرد کام کرنے والا ہو گا تو باہر کے کام وہ کرے گا اور ہمیں گھر سے باہر نہیں نکلناپڑے گا۔

جناب شعیب نے اس مشورہ کو مان لیا مگر مشکل یہ تھی کہ شرفاء گھروں میں نامحرموں کا وجود برداشت نہیں کرتے لیکن اب اس مسئلہ کو کیسے حل کیا جائے؟روشن دل باپ شعیب نے بیٹی کے مشورے ہی سے اس شریف اور امین موسیٰ میں اپنی بیٹی کی دلچسپی کو بھی سمجھ لیا۔اس دلچسپی نے شعیب کی مشکل کو حل کر دیا اور جناب شعیبؑ نے جناب موسیٰ کو داماد بنانے کا واضح اظہار کیا۔قرآن مجید نے اس صورت حال کو یوں بیان فرمایا:"(شعیب نے موسیٰ سے)کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری خدمت کرو گے اور اگر دس سال پورے کردو تو وہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔میں تم سے کوئی سخت کام لینا نہیں چاہتا۔انشاء اللہ مجھے صالحین میں سے پاؤ گے"۔

عجیب شخص کو جناب شعیب نے داماد چنا۔بھوکا،پیاسا،کمزور،بے وطن ،پردیسی اور ناشناس۔کیا کمال دیکھا جناب شعیب نے یا یوں کہیں کیا معیار بنایا جناب شعیب نے

اس چناؤ ہیں‌ابھی تک جناب موسیٰ کے جو کمالات ظاہر ہوئے تھے وہ فقط دو تھے جناب شعیب کی بیٹیوں کو ضرورت مند سمجھ کر مدد کرنا یعنی بے کس اور مظلوم کا مدد گار ہونا اور دوسری صفت امانت کی تھی جسے جناب شعیب کی بیٹی نے بیان کیا تھا۔دامادی کے اس چناؤ میں نہ مکان و محلات کے تقاضے،نہ مال و دولت کی خواہش کی گئی بلکہ کردار کی قیمت نے موسیٰ کو نبی کی دامادی کا مستحق بنا دیادوسری طرف اب تک محلات میں زندگی گزارنے والے موسیٰ نے لڑکی کی بھیڑیں چرانے کو نہیں دیکھا بلکہ اس کے حیا و عفت کی صفت کو دیکھا اور فوراً اس دامادی کو قبول کر لیا۔

تھوڑی دیر پہلے کا ایک مسافر اب نبوت کے گھرانے کا ایک فردبن گیا اوروہ کام جو شعیب کی بیٹیا ں‌انجام دے رہی تھیں اسے اپنے ہاتھ میں لے کر چوپانی شروع کر دی۔جناب شعیب نے اپنے نئے ہونے والے داماد کو بھیڑیں چرانے کے لئے ایک مخصوص عصا مہیا کیا اور یہی عصا آگے چل کر موسیٰ کا سب سے بڑا معجزہ بن گیا،جس نے فرعون کے جادو گروں‌کی رسیوں کو نگل کر انہیں مؤمن بنا دیا۔

قرآن مجید میں بیان ہونے والے نکاح کے اس قصہ میں کئی درس موجود ہیں اگر قرآن مجید کے ان اصولوں کو اپنا لیا جائے تو زندگی کے کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔

۱۔اپناگھر بار نہ ہونا شادی ونکاح میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے بلکہ کردار معیار ہونا چاہیے۔

۲۔شادی کی اہمیت اپنی جگہ موجود ہے خواہ لڑکا موسیٰ کلیم اللہ جیسا معصوم اور لڑکی شعیب نبی کی بیٹی جیسی حیادار ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔داماد کا سسر کے گھر رہنا اور سسر کے لئے کام کرنا کوئی معیوب چیز نہیں۔

۴۔حق مہر میں داماد کی حیثیت کو مدنظر رکھا جائے،اس کے لئے بوجھ نہیں بننا چاہیے۔

۵۔داماد کے ساتھ فقط اچھائی کرنی ہی نہیں چاہیے بلکہ اس کی اچھائی کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔

۶۔اگر کوئی شریف جوان مل جائے تو اسے بیٹی کے رشتہ کی پیشکش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷۔موسیٰ سے جناب شعیب نے پورا قصہ سنا پھر داماد بنایا یعنی پہلے حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔

۸۔شریف باپ کو شریف بیٹی کے الفاظ سے اس کی دلچسپی سمجھ لینی چاہیے۔

۹۔داماد کے ساتھ اگر احسان کیا جائے تو اسے کبھی جتلانا نہیں چاہئے اور داماد جو نیکی کرے اس کے احسان کو بھلانا نہیں چاہیے۔

۱۰۔داماد کو بھی سسر کے احسانات بھلانے نہیں چاہئیں۔

موسیٰ اور ان کی زوجہ

جناب موسیٰ زندگی کے دس سال جناب شعیب کی معیت میں گزار کر اپنی قوم کی ہدایت کو نہ بھولے آپ اپنی قوم کی جہالت،اور نادانی کو دور کرنا چاہتے تھے اور اپنی قوم کو فرعون کے مظالم

ا ور غلامی سے نجات دلانا چاہتے تھے۔جناب موسیٰ کی زندگی کے یہ دس سال یقیناً ایک عظیم منصب کے لئے تربیت اور تیاری کے دن تھے جو جناب موسیٰ نے بڑے آرام سے گزارے۔

حضرتِ شعیب نے جناب موسیٰ کو خدمت کے دنیاوی اجر سے بھی محروم نہیں رکھا بلکہ ایک خاص نشانی والے بھیڑکے بچوں کو موسیٰ کی ملکیت قرار دیتے رہے۔ان دس سالوں میں موسیٰ بہت سی بھیڑوں کے مالک بن چکے تھے۔ان دس سالوں میں محلات کی زندگی کے بعد مشکلات کی زندگی بھی دیکھ چکے تھے اب جناب موسیٰ دس سال کی مدت پوری کرنے پر،جناب شعیب کی اجازت سے اپنے اہل خانہ،ساز وسامان اور بھیڑوں کو ساتھ لے کر اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے۔

یہاں سے روانگی پر جناب موسیٰ کے ساتھ عورتوں میں سے جس کردار کا تذکرہ ہے وہ آپ کی زوجہ ہیں۔وہی وطن جس سے قتل کے خوف سے موسیٰ نکلے تھے دوبارہ اسی طرف روانہ ہیں۔اکیلے آئے تھے اور اب زوجہ ساتھ ہیں۔گویا تبلیغ کے اس مشن میں شعیب نبی کی بیٹی زوجہ ہی نہیں موسیٰ کی مدد گار اور سکون و تسلی کا سبب بن

کر نکل رہی ہے۔کہیں جناب موسیٰ کی زوجہ کا گلہ شکوہ یا اپنے باپ کا وطن چھوڑنے پر افسوس بیان نہیں ہو ا۔گویا اللہ کے بندوں کی تربیت یافتہ بیٹیاں جب تک باپ کے ہاں رہتی ہیں تو باپ کی عزت اور فخر کا سبب ہوتی ہیں اور ان کی مددگار بن کر زندگی گزارتی ہیں اور جب شوہر کے ساتھ زندگی کا وقت آئے تو اس کی مددگار بن جاتی ہیں۔

قرآن مجید نے اس روانگی کو یوں بیان کیاہے:"جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے خاندان کے ساتھ(مدین سے مصر کی طرف)روانہ ہوئے تو آپ نے طور کی طرف سے آگ دیکھی توآپ نے اپنے گھر والوں سے کہا،تم یہاں ٹھہرو،میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں سے آپ کے لیے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا لے آؤں تاکہ تم اس سے گرم ہو جاؤ۔جب اس کے پاس پہنچے تو ناگہاں میدان کے داہنے کنارے سے اس بابرکت وبلند زمین میں ایک درخت میں سے آواز آئی"اے موسیٰ!میں اللہ رب العالمین ہوں۔"

تفسیروں اور روایات میں لکھا ہے کہ جناب موسیٰ کی زوجہ امید سے تھیں اور اس مقام پر انہیں دردِ زہ ہو رہا تھا اس لئے موسیٰ پریشان تھے جب ایک طرف روشنی دیکھی تو زوجہ کو کہا میں آپ کی مدد کے لئے وہاں جاتا ہوں شاید کوئی ذریعہ میسر آ جائے۔گویا جناب موسیٰ کا اپنی زوجہ کی خدمت کے لئے قدم اٹھانا آپ کو کوہِ طور پر لے گیا اور زوجہ کی مدد کے لئے اور اسے سردی سے بچانے کے لئے جس آگ کی تلاش میں گئے تھے وہی آگ ایک نور ثابت ہوا۔یہیں سے موسیٰ کو نبوت کی بشارت ملی،یہیں سے موسیٰ کو عصا کا معجزہ ملا اور اسی مقام سے موسیٰ کلیم اللہ بنے۔کل مدین

کے پانی پر پہنچ کر جن لڑکیوں کی مدد نے موسیٰ کو شعیب نبی تک پہنچایاآج پھر ان میں سے ایک کی مدد نے موسیٰ کو طور پر پہنچادیا۔

پا نچ کردار

جناب موسیٰ کی زندگی میں پانچ عورتوں کا مختصرکردار یہاں بیان ہواہے اس واقعہ میں عورت کے ہر رشتے کا ذکر ہے،ماں کے عنوان سے جناب موسیٰ کی ماں کا ذکرہوا ہے،بہن اور بھائی کے عنوان سے جناب موسیٰ اور آپ کی بہن کا ذکرموجود ہے،ایک مومنہ کا فرعون کی زوجہ کے عنوان سے ذکرہوا ہے۔جنابِ شعیب کی بیٹیوں کا باپ اور بیٹیوں کے عنوان سے ذکر،جناب شعیب کی دو بیٹیوں کا آپس میں دو بہنوں کے حوالے سے ذکر اور آخر میں جناب شعیب کی بیٹی کا جنابِ موسیٰ کی زوجہ کے عنوان سے ذکر موجود ہے۔

قرآن کو نمونہ عمل بنانے والی ہر خاتون کے لئے اس واقعہ میں نمونہ موجود ہے اور اسے سامنے رکھ کر اپنے کردار کو قرآنی کردار کے مطابق بنایا جا سکتا ہے۔قرآن اگر کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو وہ قصہ گوئی کے لئے نہیں بلکہ کردار سازی اور تربیت کے لئے ہوتا ہے اور قرآن کا کردار کسی زمانے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر فرد کے لئے ہے۔

قرآن مجید نے جناب موسیٰ کے ساتھ ان پانچوں کرداروں کو پیش کیا مگر تعجب ہے کہ کسی کردار کا نام بیان نہیں ہوا۔قرآن مجید نے جناب مریم کے علاوہ کسی خاتون کا

نام نہیں لیا،بلکہ رشتوں کے ذریعہ جیسے فرعون کی بیوی یا جناب نوح کی بیوی کے عنوان سے ان کا تعارف کروایا۔یا پھر ان کے کردار کے ذریعہ ان کی پہچان کروائی۔ناموں کو بیان نہ کر کے یہ واضح کیا کہ اللہ کے ہاں نام مہم نہیں کردار مہم ہے۔

قرآن میں خواتین کا ذکر

قرآنِ مجید نے ان پانچ کرداروں کے علاوہ بھی کئی خواتین کا ذکر کیا۔کسی کا انتہائی اختصار سے اور کسی کا ذرا تفصیل سے ذکر ہوا ہے،جنابِ آدمؑ کا بیان ہوا تو ساتھ آپ کی زوجہ کے عنوان سے جنابِ حوّا کا بھی ذکر ہوا،جنابِ ابراہیمؑ کے ساتھ آپ کی زوجہ جنابِ سارہ اور کبھی جنابِ ھاجر کاذکر کیا،جناب یوسفؑ کے ساتھ زلیخا کا ذکر ہوااور مصر کی دوسری عورتوں کا قصہ بیان ہوااورجنابِ لوطؑ کی بیٹیوں کے بیانات بھی قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔

قرآن مجید نے عمومی طور پر بھی خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔سورہ نساء کا نام ہی عورتوں کے نام پر ہے یعنی عورتوں والا سورہ اور اس میں مرد اور عورت کے مقام کو پہلی آیت میں ہی یوں بیان فرمایا: ”اے لوگو ! اپنے پالنے والے سے ڈروجس نے تم سب کو ایک ہی انسان سے پیدا کیا اور اس کی بیوی کو بھی اُس کی جنس سے خلق فرمایا اور ان دونوں سے ان گنت مرد اور عورتیں پیدا کیں “۔(نسائ:١) اسی سورہ میں ایک اور مقام پر فرمایا:”مرد اس سے جو کسب و کوشش کرتے ہیں حصہ پاتے ہیںاور عورتیں جوکسب اورکوشش کرتی ہیںاس ہیںسے حصہ حاصل کرتی ہیں“۔(نسائ:٣٢(

اس مقام پر نہ ہم عورت اور مرد کے حقوق پر بحث کر رہے ہیں اور نہ ہی ان کے درمیان مساوات یا اختلاف کی وضاحت ہمارا موضوع ہے۔ہم اتنا عرض کرتے چلیں کہ عورت اور مرد کے طبعی اور فطری فرق سے کسی کو انکار نہیں اور یہ فرق اس خالق نے انسانی معاشرے کے نظام کو محفوظ رکھنے کے لئے خود خلق فرمایاہے۔یہ فرق عینِ

مطابقِ حق و عدل ہے۔اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا"اور جو شخص اعمالِ صالح میں سے کچھ انجام دے،چاہے مرد ہو یا عورت،اگر وہ ایمان رکھتا ہے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر تھوڑا سا ظلم بھی نہیں ہو گا"۔(نسائ:۱۲۴(

عورت اور مرد میں میراث کا فرق،مرد کا ایک سے زیادہ شادیاں کر سکنے کا حق،عورت کے لئے پردے کا حکم اورطلاق وغیرہ کی بحثوں کی تفصیل میں ہم یہاں نہیں جانا چاہتے مگر اتنا ضرور عرض کریں گے کہ جن عورتوں کی عظمتوں کے تذکرے قرآن کریم نے بیان کئے ہیں انہون نے یہ کمالات اور مقامات عورت ہو کر حاصل کئے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ باکمال اور صاحب عظمت ہونے کے لئے کسی کا مرد ہونا ضروری نہیں عورتیں بھی یہ مراحل طے کر سکتی ہیں۔ان باعظمت بیبیوں میں سے قرآن مجید نے جن کے قصہ کو کچھ تفصیل سے بیان کیا ان میں ایک ملکہ سبا جناب بلقیس ہیں۔

ملکہ سبا

قرآنِ مجید نے سورہ نمل میں حضرتِ سلیمانؑ اور ملکہ ٔسباکی داستان اور ملکہ کے توحید پر ایمان لانے کی کیفیت کو تفصیل سے بیان کیا۔قرآنی داستانوں میں سے اس خاتون کی داستان کو ایک عورت کے عقل و فراست کی دلیل اور حقائق و اسرار کو سمجھنے کی قوت کی نشانی قرار دیا گیا۔اس خاتون کے سیاسی اور اجتماعی مقام و منزلت کو قرآن نے بیان کیا گویا اس زمانے میں بھی ایک خاتون ایسے مقام پر فائز تھیں کہ آج بھی

کوئی ان کے فیصلوں پر اعتراض نہیں کر سکتا۔اس خاتون کا نام بلقیس بیان کیا گیا ہے جو ایک بہت وسیع علاقہ پر حکومت کرتی تھیں۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے عظیم نبی حضرتِ سلیمان کی اتنی بڑی حکومت ا ور تخت وتاج کا بیان اس سورہ میں ہواہے اورجناب سلیمان اور جناب داود کے علم،قدرت اور عظمت کی تفصیل پیش کی گئی اور ملکہ سبا کی دولت و حکومت کا ذکر ہے مگر سورہ کا نام چیونٹی کے نام پر رکھا جانا خود ایک عجیب بات ہے۔قرآنِ مجید نے جنابِ سلیمان کے اس واقعہ میں سب سے پہلے آپ کے لشکروالوں کا بیان فرمایا جس میں جن،انسان اور پرندے شامل تھے۔ایک دن وہ لشکر چیونٹوں کی سر زمین کی طرف آ نکلا،چیونٹی کے ساتھ جناب سلیمان کی باتیں ہوئیں جو اللہ سبحانہ کو اتنی پسند آئیں کہ سورہ ہی اس چیونٹی کے نام سے منسوب ہو گیا۔

چیونٹی سے کلام مکمل ہوا تو پھر قرآن مجید میں جنابِ سلیما ن کے ساتھ ہدہد کی گفتگو کابیان شروع ہوا۔قرآن مجید کا ارشاد ہے۔"سلیما ن نے کہا کہ مجھے ہُدہُد دکھائی کیوں نہیں دے رہا؟کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے سامنے پیش کرے۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہُدہُد آگیا اور کہا:مجھے ایسی چیز کا پتہ چلا ہے جس سے آپ آگاہ نہیں ہیں۔میں سر زمینِ سباسے ایک سچی خبر لایا ہوں،میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے اور اس کے پاس سب کچھ ہے،خصوصاً بہت عظیم تخت۔لیکن میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان

کی نگاہوں میں مزیّن کر رکھا ہے انہیں صحیح راستے سے بھٹکا دیا ہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں ہیں"۔(نمل:۲۰۔۲۴)

ان آیات میں ملکہ سبا کا واقعہ ہدہد کی زبانی بیان ہوا ،اور اس میں تین چیزوں کا خصوصیت کے ساتھ بیان ہوا۔ملکہ کی حکومت،اس کا عظیم تخت اور ان کی توحید سے روگردانی اور سورج کی پوجا۔حضرتِ سلیمان نے ہدہد کو ایک خط دے کر سبا بھیج دیاملکہ نے خط پڑھا تو کہا"اے سردارو یہ ایک نہایت ہی اہم خط میرے پاس آیا ہے ۔یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اس طرح ہے: رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے۔۔تمہیں میری یہی نصیحت ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہو ئے میرے پاس آجائو۔پھر کہا اے سردارو!(اور بزرگو!) اس اہم معاملے میں اپنی رائے دو،کیونکہ میں نے کوئی بھی اہم کام تمہاری شرکت کے بغیر انجام نہیں دیا۔درباریوں نے کہا ہم بہت طاقت ور ہیں اور ہمارے پاس جنگی قوّت ہے لیکن آخری فیصلہ کرنا پھر بھی تیرے ہاتھ میں ہے،تیرا حکم کیا ہے؟

ملکہ نے کہا جب بادشاہ کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تہس نہس کر کے رکھ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ان کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔میں(اس وقت جنگ کو خلافِ مصلحت سمجھتی ہوں لہٰذا)ایک قیمتی تحفہ اس کی طرف بھیجتی ہوں تاکہ پتہ چل جائے کہ میرے ایلچی کیا خبر لاتے ہیں"۔(نمل:۲۹۔۳۵)

ان آیات ہیں حکمرانوں اور سیاست مداروں کے لئے اور طرز حکومت اور سیاسی کامیابیوں کے حصول کے لئے بہت ہی دقیق سبق موجود ہیں۔ہم ان آیات کے ضمن میں جس

چیز کو بیان کرنا چاہتے ہیں وہ ایک خاتون کا تدبر اور سیاست کی باریکیوں سے آگاہ ہونا ہے۔ملکہ نے خط کی عظمت کا اقرار کر کے اپنی علمی قابلیت کا اظہار کیااس نے خط کے لئے کریم کا لفظ استعمال کیا یا تو اس خط کے مطالب سے اتنی متاثر ہوئیں یا پھر خط کی ابتدا اللہ کے عظیم نام سے شروع ہوئی اور وہ اس سے متاثر ہوئیں۔

ملکہ سبا کا دوسرا تدبر بھرا فیصلہ یہ تھا کہ اشرافِ قوم نے اپنی قوت کا ذکر کیااور میدانِ جنگ میں فیصلہ کا مشورہ دیا ،مگر ملکہ کو نہ فوج و طاقت نے مغرور کیا اور نہ سرداروں کے مشورے کوسوچے سمجھے بغیر مان لیاکیونکہ ملکہ اپنی قوم کو جنگ سے دور رکھنا چاہتی تھیں اور اپنا فیصلہ ان پر مسلط بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں بلکہ دلیل کے ساتھ انہیں قانع کیا۔

ملکہ نے جنابِ سلیمان کے دعوے کو بھی بغیر پرکھے قبول نہیں کیا بلکہ کہا کہ ہم ایلچی بھیج کر انہیں آزمائیں گے۔ملکہ نے جنابِ سلیما ن کو آزمانے کے لئے جنگ کی بجائے تحفے کا طریقہ استعمال کیا۔یہ طریقہ حقیقت میں بتا سکتا ہے کہ آیا وہ شخص اللہ کا نمائنہ اور اصولوں کا مالک ہے یا دنیا کے بادشاہوں جیسا اور دولت کا طلب گار ہے ،ملکہ نے کہا کہ اگر اس نے قیمتی تحفے قبول کر لئے تو وہ بادشاہ ہے اور اس صورت میں ہم ڈٹ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ہم اپنی پوری طاقت استعمال کریں گے کیونکہ بادشاہوں کے مقابلہ میں ہم طاقتور ہیں،اور اگر اس نے قیمتی تحائف سے بے رُخی اختیار کی اور اپنی باتوں پر ڈٹا رہا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ خدا کا نمائندہ ہے اور ایسی صورت میں ہم بھی طاقت کے بجائے عقل مندی سے کام لیں گے۔

ملکہ سبا نے جناب سلیمان کے لئے تحائف ارسال کئے اور ساتھ ہی قاصد کو یہ بات بھی سمجھا دی کہ دربار میں پہنچ کر سلیمان کے کردار پر توجہ رکھنا۔اگر سلیمان نے دربار میں پہنچنے پر تمہیں خشم آلود اور غضب ناک نگاہوں سے دیکھا تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہے اور اگر خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے تو سمجھ لینا کہ وہ اللہ کا نمائندہ ہے۔

دولت کی حقیقت

ملکہ سبا کے افراد یمن سے بہت سا مال و دولت اور قیمتی تحائف لے کر شام پہنچے اور جناب سلیمان کے دربار میں وارد ہوئے اس موقعہ کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔"جب ملکہ کے ایلچی سلیمان کے پاس آئے تو اس نے کہا:تم مجھے مال کے ذریعے فریب دینا چاہتے ہوجو کچھ خدا نے مجھے عطا کیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے یہ تو تم ہی ہو جو تحفوں پر خوش ہوتے ہو۔ان کے پاس لوٹ جائو۔۔"(نمل:۳۶۔۳۷)جناب سلیمان نے مال پلٹا دیا اور کہا ہم لشکر کے ساتھ آئیں گے۔

ملکہ کے لوگ واپس پہنچ گئے اور دربارِ سلیمان کے حالات اور ماحول کو اس کے سامنے پیش کیا۔ملکہ وہ ایک بلند فکر خاتون اس عمل سے سمجھ گئیں کہ یہ بادشاہ نہیں بلکہ نمائندہ خدا ہے۔ملکہ مال و دولت ، تخت وتاج اور سپاہی و افواج بھی رکھتی تھیں مگر ان سب کی حقیقت اور اصلیت سے بھی آگاہ تھیں اوراسے معلوم تھا کہ مال

ودولت دنیا والوں کی زینت کا ذریعہ تو ہے مگر حقیقت میں کچھ نہیں۔اس کی دولت اسے حقائق سے غافل نہ کر سکی۔

تحفوں کے رد ہو جانے پر ملکہ نے غم و غصہ کے اظہار کے بجائے فہم و فراست اور جرأت و شجاعت کا عجیب نمونہ پیش کیااور کہا ہم قوم کو فوجوں سے مقابلے میں نہیں ڈالیں گے بلکہ خود جا کر تحقیق کریں گے کہ سلیمان کیا اور کون ہے۔ملکہ سبا خود جناب سلیمان کو ملنے چلیں۔اس خاتون کا اس سفر کا ارادہ یہ بتا تا ہے کہ اس نے سلیمان کو کسی حد تک پہچان لیا تھا کہ وہ کوئی صاحب انصاف آدمی ہے اور ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کرے گا اور اسے خود اپنے آپ پر اتنا بھروسہ تھا کہ کہ وہ ایک حاکم کے سامنے بھی بات کر سکتی ہے اور حق و باطل کو پہچان سکتی ہے۔

ادھر حضرتِ سلیمان کو ملکہ سبا کے آنے کی خبر ملی تو اپنے خلیفہ جنابِ آصف بن برخیا کے ذریعے ملکہ سبا کا تخت اس کے پہنچنے سے پہلے منگوا لیا۔واضح رہے کہ جناب سلیمان کا مقصد اپنی طاقت دکھانا نہیں تھا بلکہ قادرِ مطلق اللہ سبحانہ سے اپنا رابطہ دکھانا تھا،تاکہ ملکہ سبا ایمان کے زیور سے آراستہ ہو سکے۔

اس لئے قرآن مجید نے جناب سلیمان کے اس جملے کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جب ملکہ سبا کے تخت کو اپنے سامنے دیکھا۔"لیکن جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا،اس نے کہا،میں تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا اور جب سلیمان نے تخت کو اپنے سامنے موجود پایا تو کہا کہ یہ سب میرے پروردگار کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت،کیونکہ جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدے میں شکر کرتا ہے اور جو کفرانِ نعمت کرتا ہے

،سو میرا رب بے نیاز اور کریم ہے"۔(نمل:۴۰)یہ حقیقت میں جناب سلیمان کی طرف سے معنوی طاقت کا اظہار تھا اور اسی معنوی طاقت نے ملکہ سبا کو ایمان کی طرف راغب کیا۔

اس آیت میں جناب سلیمان نے کہا:"یہ سب کچھ میرے رب کا فضل اور عطیہ ہے"۔ جناب سلیمان واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مغروراور دنیا پرست جب بر سر اقتدار آجاتے ہیں تو اپنے سوا سب کچھ بھلا دیتے ہیں اور جب مادی وسائل پر قابض ہو جاتے ہیں تو قارون کی طرح سب کچھ اپنی ملکیت سمجھتے ہیں لیکن اللہ والوں کے پاس جو کچھ بھی آئے ،علم ہو جس کی بنا پر پلک جھپکنے سے پہلے تخت منگوالیں ،یا مال اور حکومت ہو وہ اسے اللہ کی طرف سے سمجھتے ہیں اورا سے اپنے لئے ایک امتحان جانتے ہیں۔

ملکہ کا امتحان

تخت کو منگوا کر اس میں کچھ تبدیلیاں کروا دیں۔قرآن مجید نے اس منظر کو یوں بیان فرمایا"سلیمان نے کہا : اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ سمجھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو ہدایت نہیں پائیں گے۔جب وہ آگئی تو اسے کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت اس جیسا ہے اس نے کہا: یہ تو خود ہی معلوم ہوتا ہے،ہم تو پہلے ہی جان چکے تھے اور اسلام لا چکے تھے اور اسے سلیمان نے غیر خدا کی عبادت سے روک دیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھی۔اسے کہا گیا کہ محل کے صحن میں داخل ہو جائے لیکن جب اس نے دیکھا تو سمجھا کہ یہ پانی کی نہر ہے اس نے گزرنے کے لئے پائنچے اٹھائے اور اپنی پنڈلیاں ظاہر کر دیں لیکن سلیمان نے کہا یہ پانی نہیں بلکہ صاف بلور کا محل ہے۔ملکہ سبا کہنے لگی:پروردگارا! میں تو اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی اور

اب سلیمان کے ساتھ مل کر عالمین کے پروردگار کو تسلیم کرتی ہوں"۔(نمل:۴۱۔۴۴)

ملکہ، حضرت سلیمان کے پاس پہنچیں اور تخت کو دیکھا۔یہاں ملکہ سے سوال ہوا کہ کیا آپ کا تخت اس جیسا ہے تو اس نے نہایت ہی زیرکانہ اور بہت ہی بچا تلا جواب دیا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتا ہے۔اس جملے سے ملکہ کی عقلمندی کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ کہتی کہ اس جیسا ہے تو بھی جواب صحیح نہیں تھا اور اگر کہتی بالکل وہی ہے تو بھی احتیاط کے خلاف تھا کہ اتنے فاصلے سے اتنا جلد یہ کیسے آگیا۔

یہ وہ مقام تھا جب ملکہ سبا کو ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔ملکہ نے کہا آپ کی حقانیت کو تو ہم اس سے پہلے پہچان چکے تھے۔ہُدہُد کا خاص انداز سے آنا، تحفوں کا لوٹا دیا جانا اور اب اتنی جلدی یہ تخت منگوانا ایک اور معجزہ ہے۔اب جو ملکہ سبا نے ایمان کا اظہار کیا اور قرآن مجید نے اسے جس انداز میں بیان فرمایا وہ حقیقت میں ملکہ سبا کے تخت وتاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ملکہ سبا کے ایمان کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا"اور اب میں سلیمان کے ساتھ مل کر اس اللہ کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کر چکی ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"۔

ملکہ سبا کا کردار

ملکہ سبا نے جنابِ سلیمان کے معجزات کودیکھ کر اپنے تاریک ماضی کو الوداع کہا اور نورِ ایمان و یقین سے تعلق قائم کر لیا۔اس خاتون نے اپنے کردار سے دنیا کی عورتوں کے لئے ایک مثال قائم کر دی کہ زر وجواہر اور دولت و حکومت انسانی روح کو کبھی سیراب نہیں کر سکتی بلکہ روح کے سکون اور پیاسی ضمیر کی سیرابی فقط ایمان کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

ہم پہلے فرعون کی زوجہ کے کردار کے ضمن میں عرض کر چکے ہیں کہ با کمال عورت فرعون جیسے حکمرانوں کے محلات سے مرعوب نہیں ہوتی بلکہ وہ توحید شناسی کی تلاش میں رہتی ہے اور یہ سرمایہ اسے مل جائے تو دنیا کی ہر سہولت کو وہ ٹھکرا سکتی ہے اور راہِ خدا میں ہر دکھ سہہ سکتی ہے۔یہاں ہم کہنا چاہتے ہیں کہ وہ تو شوہر کی دولت تھی یہاں ملکہ سبا اپنے ذاتی تخت اورحکومت کو چھوڑ کر جناب سلیمان کے ذریعہ ایمان سے آشنا ہوئیں تو دولت کو اس راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا اور ایمان کی بلندیوں کو پا لیا،ملکہ سباجن کا نام بلقیس بیان کیا گیا ہے ان کے ایمان کی بلندی کے لئے لفظ''مع'' استعمال کیا گیا یعنی سلیمان نبی کے ساتھ۔قرآن مجید نے بندگی خدا میں یہاں ملکہ سبا کو اللہ کے نبی جناب سلیمان کے برابر اور ساتھ کھڑا کر دیا ہے۔یہ لفظ۔ مع اعلان ہے کہ ایمان میں مرد اور عورت میں فرق نہیں بلکہ مومن مومن ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت،بلقیس کا ایک عورت ہونا ان کے ایمان کے درجے کو کم نہیں کرتا۔ملکہ نے بتایا کہ میں سلیمان کے تخت سے متاثر نہیں ہوئی بلکہ جس رب پر سلیمان کا ایمان ہے میں بھی اسی پر ایمان لائی ہوں۔لفظ مع بتاتا ہے

کہ عورت ایمان میں انبیاء کے ہم پلہ ہو سکتی ہے۔عورت اگر حق کی تلاش کرنا چاہے تو وہ اسے پا سکتی ہے۔عورت مردوں سے بڑھ کر عقل وہوشمندی کے عظیم مقام کو حاصل کر سکتی ہے۔ایک عورت اپنی شاہی پر فخر نہیں بلکہ ایمان و توحید پر فخر کرتی ہے ایمان کے بغیر شاہی کو وہ ظلمت سمجھتی ہے۔

قرآن مجید کی تیس آیات میں جناب سلیمان اور ملکہ سبا کا یہ قصّہ بیان ہوا ہے۔ان آیات میں کئی بار حکومت،فوج،قوّت،تخت اورتاج کا ذکر ہوا ہے۔کہیں سلیمان کا ہوا میں اڑتا ہوا تخت اور کہیں ملکہ سبا کا سجا ہوا تخت،کہیں سلیمان کا جنوں ،انسانوں اور پرندوں پر مبنی لشکر اور کہیں ملکہ سبا کے مشیروں کا اپنی فوج کی طاقت کا بیان۔مگر اس پورے قصے کا عروج ملکہ سبا کا اپنے رب کے سامنے سلیمان کے وسیلے سے جھک جانا ہے اور جب ملکہ سبا کے ایمان کو بیان کر دیا تو پھر قرآن مجید نے اس قصہ کو اچانک چھوڑ دیا گویا اللہ کی یہ کتاب تربیت کی کتاب ہے اور تربیت کا یہ واقعہ ملکہ سبا کے ایمان پر مکمل ہو گیا۔

قرآن مجید کی ان آیات میں دو حکومتوں اورباد شاہتوں کا ذکر آیا ہے اور حکمرانوں اور کسی بھی عہدے پر فائز افراد کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بہت سے سبق موجود ہیں۔قرآن مجید نے یہاں حکمرانوں کے لئے اصول بیان کیئے۔دنیاوی عہدوں کے حامل افرد کو خاص کر ان آیات پر غور کرنا چاہیے اور اگر فرصت ہو تو نہج البلاغہ کے خط نمبر۵۳ کو ان آیات کی تفسیر کے طور پر پڑھنا چاہیے۔

حضرتِ مریمؑ کی ماں

قرآن مجید میں جس بی بی کا سب سے زیادہ ذکر ہوا ہے اور ان کا اپنا نام بیان ہوا اور ان کے باپ کا نام بھی ذکر ہوا وہ جنابِ مریم ہیں۔جناب مریم کی پیدائش سے پہلے آپ کی ماں کے کلام کو بیان کیا گیا۔سورہ آلِ عمران میں حضرتِ مریم بنتِ عمران کی ولادت،پرورش اور زندگی کے دوسرے اہم واقعات کو تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ جناب مریم کی ماں کے متعلق مختصر طور پر یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

قرآنِ مجید نے اس سلسلہ کا آغاز یوں فرمایا"وہ وقت یاد کرو جب عمران کی بیوی نے عرض کیا:خداوندا!جو کچھ میرے بطن میں ہے اسے تیری نذر کرتی ہوں تاکہ وہ تیرے گھر کی خدمت کے لئے محرر اورآزاد ہو اور تو یہ مجھ سے قبول فرما لے کہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔لیکن جب اسے جنم دیا تو وہ لڑکی تھی اور عرض کیا:خداوندا!میں نے لڑکی کو جنم دیا لیکن خدا اِس سے آگاہ تھا کہ اس نے کیا جنم دیا ہے۔پھر اس نے کہا لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتااور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اسے اوراس کی اولادکوشیطان مردودسے تیری پناہ میںدیتی ہوں"۔(سورہ آلعمران:۳۵۔۳۶)

قرآن مجید نے ایک بار پھر ایک خاتون جنابِ عمران کی زوجہ کا ذکر ان کے نام کے بغیر بیان فرمایا۔جنابِ عمران کی زوجہ اور جنابِ زکریا کی زوجہ آپس میں بہنیں تھیں ۔جنابِ عمران کی زوجہ جب امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر کی کہ اللہ میں اس بچے کو تیرے گھر بیت المقدس کا خدمت گزار بناؤں گی اور جب بچے کی پیدائش ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ تو لڑکی تھی۔اب وہ پریشان ہوئیں کہ میں نے نذر کی تھی مگر بیت المقدس کی خدمت تو آج تک لڑکے ہی کیا کرتے ہیں۔اب میں کیا کروں لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا اور لڑکی لڑکے کی طرح ان فرائض کو انجام نہیں دے سکتی۔قابلِ غور بات یہ ہے کہ جناب عمران کی زوجہ نے اس عنوان سے غم کا اظہار نہیں کیا کہ اللہ نے انہیں بیٹی دی ہے بلکہ انہیں فکر ہوئی کہ میری نذر کا کیا ہو گا۔

جب حضرتِ مریم پیدا ہوئیں تو ان کی ماں نے آپ کا نام مریم رکھا۔جس کا ان کی زبان میں عبادت گزار خاتون معنی بنتا تھاجو حضرت مریم کی ماں کی پاکبازی اور عبادتِ الٰہی سے عشق اور لگاؤ کی نشانی ہے۔پھر اس خاتون نے نومولود کے لئے دعا مانگی کہ اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے وسوسوں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

ان آیات میں جناب مریم کی بجائے آپ کی والدہ کے عقیدہ اور اللہ سے عشق کو بیان کیا گیا ہے۔سب سے پہلے تو یہ بات مفسرین میں مشہور ہے کہ حضرتِ مریم کے والدین کے ہاں شادی کے بہت طویل عرصہ تک اولاد نہ ہوئی اور جب اولاد ہوئی تو اسے اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے مخصوص کر دینا ان کے عقیدے کی بلندی کی نشانی ہے۔حضرتِ مریم کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد کی وفات ہو چکی تھی مگر

اس کے باوجود آپ کی ماں نے ہونے والے بچے کو اللہ کے گھر کے لئے مخصوص کر دیا۔جناب مریم کی پیدائش پر ماں کو اپنی نذر کی زیادہ فکر تھی نہ کہ بیٹی ہونے کی،

مریم جس کا معنی عبادت گزار خاتون بنتا ہے اسی سے عبادت کے شوق کی جھلک نظر آتی ہے۔

ماؤں کے لئے اس ماں کے کردار میں بہت سے نمونے موجود ہیں۔

)۱(بیٹی اور بیٹے کے فرق پر پریشان ہونے والے حقیقت میں اللہ کے فیصلے پر ناراض ہوتے ہیں ،اس لئے اس فرق پر غم و پریشانی کے اظہار کے بجائے صحیح و سالم اولاد دینے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

)۲(جناب مریم کی عظمت کو دیکھا جائے تو بہت سے مرد آپ کے مقام کو نہیں پا سکے یعنی بیٹی بوجھ نہیں بلکہ نیک ہو تو پورے خاندان کی عزت کا سبب بن جاتی ہے۔

)۳(بچے کے نام کاخیال رکھنا چاہیے کیونکہ بچے کا نام ماں کے نظریئے کا عکاس ہوتا ہے۔

حضرتِ مریمؑ کی پرورش

حضرتِ مریم کی پیدائش کے بعد آپ کی والدہ آپ کو بیت المقدس کے عبادت خانے میں لے آئیں۔وہاں موجود علماء سے کہا یہ بچی بیت المقدس کا ہدیہ ہے،تم میں سے کون اس بچی کی سرپرستی کرے گا۔علمائِ بنی اسرائیل میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ

مریم کی سرپرستی کا افتخار اسے نصیب ہو۔یہ حضرتِ مریم کی اپنی عظمت اور آپ کے خاندان کی بلندی کی وجہ سے تھا۔آخر کار قرعہ کے ذریعہ جناب مریم کی کفالت اللہ کے نبی جنابِ زکریا کے حصہ میں آئی۔

جناب مریم کو اللہ نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول کر لیا اور اللہ نے اپنے نبی جنابِ زکریا کو اس کی کفالت کا ذمہ سونپ دیا۔اب جناب مریم کی پرورش کیسے ہو رہی تھی اور آپ کے ایام کیسے بسر ہوئے قرآن مجید نے اس کے بارے کچھ بیان نہیں کیا۔اللہ کے نبی کی تربیت کے اثر کو مفسرین نے یوں بیان کیا کہ جناب مریم نو سال کی ہوئیں تو دن کو روزہ رکھتیں اور رات بھر اللہ کی عبادت میں بسر کرتیں۔پرہیز گاری اور معرفتِ الٰہی میں اتنی ترقی کی کہ اس دور کے احبار اور پارسا علماء سے بھی سبقت لے گئیں۔

قرآن مجید نے جناب مریم کی زندگی کے اس مرحلے کو یوں پیش فرمایا"اُس کے پروردگار نے مریم کو خوشی سے قبول فرما لیااور اس کے وجود کے پودے کو خوب اچھی طرح پروان چڑھایااور اس کی پرورش کی۔جب زکریا وہاں داخل ہوتے ،خاص غذا وہاں موجود پاتے۔اس سے پوچھتے :یہ کہا ں سے لائی ہو۔وہ کہتی:یہ اللہ کی طرف سے ہے،اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"۔(سورہ آلعمران:۳۷(

جناب زکریا نے جنابِ مریم کی پرورش اپنے ذمہ لی۔اللہ کے نبی نے اس پرورش کے اصول بتلائے جنہیں قرآن مجید نے آیت کی صورت میں پیش کیا۔حضرتِ مریم محرابِ عبادت میں مصروفِ عبادت تھیں اور حضرت زکریا ان کے محراب کے پاس آ کر دیکھتے ہیں کہ خاص قسم کی غذائیں وہاں پڑی ہیں۔جناب زکریا نے سوال کیا کہ مریم

یہ کہاں سے آئیں ؟اصول یہ ہے کہ اگر اپنے زیر کفالت پرورش پانے والے کے ہاں کوئی نئی چیز دیکھیں تو اس کے بارے سوال کریں اوراگر پرورش پانے والا جواب دے تو اس پر اعتماد کریں۔جس سے سوال کیا جاتا ہے اسے چاہیئے کہ اطمینان بھرا جواب دے۔اس کی تفصیل جناب شعیب کی بیٹیوں کے واقعہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

پرورش سے مقصود فقط پیٹ پالنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی روحانی پرورش بھی ضروری ہوتی ہے۔مریم جیسی مقدس بی بی کی بھی تربیت اور دیکھ بھال کے لئے اللہ کے نیک بندوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔اللہ سے دعا کریں جیسے مریم کی ماں نے مریم کی پیدائش پردعا کی مگر دعا کے ساتھ اچھی پرورش کے لئے محنت بھی کریں۔

جناب زکریا کے ہاں اولاد نہ تھی۔کئی سالوں سے اولاد کی دعائیں مانگ رہے تھے۔اب جو بے موسم پھل محراب میں مریم کے پاس دیکھے تو اللہ کے نبی زکریا کی اولاد کی تمنا جوش میں آئی اور جھولی پھیلا دی۔قرآن فرماتا ہے"جب مریم کے پاس پھل دیکھے،اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور عرض کی:پروردگارا!اپنی طرف سے مجھے بھی پاکیزہ فرزند عطا فرما کہ تو دعا کو سننے والا ہے۔

حضرت زکریا جب محراب میں مشغول عبادت تھے تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا:اللہ تمہیں یحیٰ کی بشارت دیتا ہے وہ خدا کے کلمہ(مسیح) کی تصدیق کرے گا،رہبر وراہنما ہو گا،ہوا و ہوس سے دور رہے گا،پیغمبر ہو گا اور صالحین میں سے ہو گا۔اس نے عرض کیا:پروردگارا!میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے،جب کہ مجھے بڑھاپے نے آ لیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔فرمایا:اسی طرح خدا جو کام چاہتا ہے انجام دیتا ہے"۔(سورہ آلعمران:۳۸۔۴۰)

مقامِ ومنزلت مریم

ہم یہاں نہ جناب مریم کی پوری زندگی کو بیان کر سکتے ہیں اور نہ ان آیات کی مکمل تفسیر کا موقعہ ہے۔قرآن مجید میں چونتیس بار حضرتِ مریم کا نام آیا ہے۔اکیس بار عیسیٰ کی ماں کے طور پر اور تیرہ بار خود جناب مریم کا الگ نام لیا گیا ہے۔ہم یہاں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ایک خاتون کے اگر مقام و منزلت کو دیکھنا ہے تو ان آیات میں دیکھیں کہ ایک نیک اور پارسا بی بی کو اللہ کے ہاں سے کھانے بھیجے جا رہے ہیں،زکریا جیسے نبی کی دعاؤں کی قبولیت کا وسیلہ بن رہی ہے ،اللہ کے نبی عیسیٰ کے تعارف کا ذریعہ بن رہی ہے۔

قرآن مجید نے حضرت مریم کی فضیلت یوں بیان فرمائی ”اور وہ وقت یاد کرو جب فرشتوں نے کہا:اے مریم!اللہ نے تجھے چنا،پاک کیا اور تمام جہانوں کی عورتوں پر برتری اور فضیلت دی۔اے مریم!اس نعمت کے شکرانے کے طور پر اپنے پروردگار کے سامنے خضوع کرو،سجدہ بجا لاؤ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“۔(آلعمران: ۴۲)

ایک عورت اس مقام پر پہنچی کہ اللہ اس سے کلام کرے۔ایک خاتون ولیۃاللہ بن سکتی ہے۔ایک خاتون مقام عصمت پر فائز ہو سکتی ہے۔ایک خاتون معجزے سے کھانے منگوا سکتی ہے۔ایک عورت دنیا بھر کی عورتوں کے لئے نمونہ بن سکتی ہے۔بلکہ سورہ تحریم میں اسی بی بی کو سب مومنین کے لئے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ،کے لئے حضرتِ مریم کو نمونہ بیان فرمایا۔ارشاد فرمایا”اور اللہ نے مومنین کے لئے بھی ایک مثال

بیان کی ہے۔وہ فرعون کی بیوی کی مثال ہے۔۔اور اسی طرح سے مریم بنتِ عمران کی مثال بیان کی ہے جس نے اپنے دامن کو پاک رکھا۔۔''(تحریم:۱۱۔۱۲)

جناب مریم کی عظمت کے بیان کے لئے ایک جدا کتاب چاہیے۔اس عظیم بی بی کے اپنے نام پر ایک سورہ موسوم ہوا ہے۔قرآن مجید میں جناب مریم کی عظمت کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ پر لگائی جانے والی تہمتوں کو بھی رد کیاگیا۔جناب مریم کو ان نعمات کا شکریہ ادا کرنے کا حکم بھی ہوا اور رکوع و سجود کو شکر کے طریقے کے طور پر بیان کیاگیا۔

جناب مریم کی زندگی کے اس مرحلے کے بعد جنابِ عیسیٰ کی ولادت اور ماں بیٹے کی عظمت کا بیان ہوا ہے۔ارشاد ہوا''وہ وقت یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم ! اللہ اپنی طرف سے تجھے ایک کلمہ اور باعظمت شخصیت کی بشارت دیتا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے،وہ دنیا وآخرت میں مقام و عظمت کا مالک ہو گا اور وہ مقربین میں سے ہے''۔یہاں جناب مریم کی عظمت کی حفاظت کے لئے اللہ نے شوہر کے بغیربیٹا دے کر بتایا کہ کائنات میں اس وقت مَردوں میں مریم کا کفو اور ہم پلہ کوئی مرد نہیں ہے اورمریم کی عزت کی خاطر جھولے میں لیٹے بچے سے کلام کروایا کہ تو اس کی عصمت و طہارت کی گواہی دے۔

اسلام میں جناب مریم کو خصوصی مقام حاصل ہے اور ارشاد ہوتا ہے''اس کتاب قرآن میں مریم کو یاد کرواس وقت جب وہ اپنے گھر والوں سے جدا ہوئیں اور مشرق کی جانب ایک مقام پر جا کر بیٹھ گئیں۔(مریم:۱۶)اس سورہ میں جنابِ مریم کے ہاں

بیٹے کی ولادت اور اس کے بعد کے حالات بیان ہوئے ہیں اور یہی سورہ ایک وقت اسلام کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل بن کر سامنے آئی۔

جب مسلمانوں کا ایک گروہ مکہ سے پہلی دفعہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچا اور قریشیوں نے انہیں واپس لانے کے لئے شاہِ حبش نجاشی کے پاس کچھ لوگ بھیجے۔نجاشی نے دونوں طرف کے لوگوں کو بلا کر ان کی بات سنی۔جنابِ جعفر بن ابی طالب نے مسلمانوں کی نمائندگی کے طور پراسلامی نظریہ کو پیش کیا۔ایک موقعہ پر نجاشی نے جنابِ جعفر کی طرف رُخ کیا اور کہا:اسلام کی کتاب سے اگر کچھ یاد ہے تو سنائیں۔نجاشی چونکہ عیسائی تھا اس لئے یہاں جنابِ جعفر بن ابی طالب نے قرآن مجید کا جو حصہ تلاوت کیا وہ یہی سورہ مریم کی ابتدائی آیات تھیں۔نجاشی ان آیات کو سن بھی رہا تھا اور اس کے آنسو اس کے رخساروں پر گر رہے تھے۔وہ اتنا متأثر ہوا کہ مسلمانوں کو کہا جاؤ آرام و سکون سے ہمارے ملک میں زندگی بسر کرو۔

جناب مریم کے ان حالات اور ان کی عظمت بھری زندگی میں آپ کو پیش آنے والی مشکلات اور ان پر لگائی جانے والی تہمتوں کا بھی ذکر ہے۔ایک مسلمان عورت کے لئے یہ سبق ہے کہ آپ اپنا تعلق اللہ سبحانہ سے جوڑلیں عزت و وقار دینے والا وہی ہے اور عزتوں کی حفاظت کرنے والا بھی وہی ہے۔

أُم الائمہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا

قرآن کریم نے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں کئی خواتین کے کردار پیش کئے جن کو ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔جہاں دیگر انبیاء کے حالات اور زندگیوں میں خواتین کا ایک کردار ہے وہاں سید الانبیاء کی زندگی بھی ان کرداروں سے خالی نہیں ہے۔پیغمبر اکرم کی والدہ گرامی ،جناب حلیمہ سعدیہ اور جناب فاطمہ بنتِ اسد کا پیغمبر اکرمؐ کی ابتدائی زندگی میں بیان موجود ہے۔

جنابِ پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں جس خاتون کا سب سے زیادہ آپؐ سے ساتھ رہا اس بی بی کا نامِ گرامی جنابِ خدیجہ ہے۔حضرتِ خدیجہ نے زندگی کے پچیس سال پیغمبر اکرمؐ کی زوجیت میں گزارے۔جناب پیغمبر اکرم نے جناب خدیجہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی جبکہ یہی آپؐ کی جوانی کا زمانہ تھا۔تاریخ میں بی بی کے حالات کے جزئیات کا بیان نہیں ہے مگر پیغمبر اکرمؐ کے چند فرامین جو ہم تک پہنچے ہیں وہ آپ کے کردار کو مقامِ معراج عطا کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں"خدیجہ اور کہاں ہے کوئی خدیجہ جیسا۔خدیجہ اُس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ کفر اختیار کئے ہوئے تھے۔انہوں نے اس وقت میری نبوت کی تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔دینِ خدا کو پھیلانے میں میرا بوجھ بٹایا۔ اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگ مجھے ہر چیز سے محروم کر رہے تھے اور اللہ نے میری اسی زوجہ سے مجھے صاحبِ اولاد بنایا ہے،،

مدینہ کی زندگی میں بھی رسول اللہؐ نے جناب خدیجہ کو ہر وقت یاد رکھا۔آپؐ کی ایک زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ گھر سے باہر جاتے تو خدیجہ کا ذکر اور واپس گھر تشریف لاتے تو انہیں کا ذکر۔آپؐ خدیجہ کو یاد کرتے تو غمگیں ہوجاتے اور اگر ہم آپؐکو خوش کرنا چاہتیں تو خدیجہ کا اچھے انداز سے تذکرہ کرتی تھیں۔

سورہ والضحیٰ کی آیت"میرا حبیب ہم نے آپ کو تنگدست پایا تو غنی وبے نیاز بنا دیا "کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ جناب خدیجہ کا مالِ تجارت لے کر شام گئے آپؐ کو اس سفر میں بہت مالی فائدہ ہوا اور ساتھ اسی سفر سے آپ کی امانت داری جنابِ خدیجہ کے لئے واضح ہوئی۔یہی سفر آپؐ اور جناب خدیجہ کی شادی کی بنیاد بن گیا۔جب شادی ہوئی تو حضرتِ خدیجہ نے آپؐ کو کہا میں آپ کی کنیز ہوں اور میرا مال آپ کا مال ہے۔یوں یہ مال اللہ نے جناب خدیجہ کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ کو عطا کیا۔

زوجہ، سکون کا سبب

ہم یہاں تاریخ کے حوالے سے بات نہیں کر رہے بلکہ ہم یہاں جناب خدیجہ کے کردار کو شریف زادیوں کے لئے نمونے کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں۔جناب پیغمبر اکرمؐ نے جناب خدیجہ کی پانچ خصوصیات کا ذکر فرمایا۔(۱)آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانا(۲)آپؐ کی نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کرنا(۳)آپؐ کے مشن میں مدد کرنا اور بوجھ بٹانا(۴)مال سے آپؐ کی مدد کرنا اور آپ کی اولاد کی ماں ہونا۔زوجیت کا اگر یہ معیار بن جائے تو پھر شوہر گھر سے باہر کے ہر دکھ اورمشکل کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ باکمال زوجہ وہ ہے جو شوہر کی زندگی کا حصہ بن جائے اور جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے زوجہ اس کے سکون کا سبب بنے۔

جنابِ خدیجہ نے شادی کے لئے مال و دولت کو سامنے نہیں رکھا بلکہ عبداللہ کے یتیم کی امانتداری اور ان کے تدبر کو دیکھ کر اس شادی پر آمادہ ہوئیں۔

مالدار بیوی اور نادار شوہر کے تعلقات کی مشکلیں عام بیان کی جاتی ہیں مگر بی بی کا کردار اس کے برعکس ہے۔

جناب خدیجہ کی تربیت کا نمونہ جناب فاطمہ زھراء ہیں۔

اپنا سارا مال رسول اکرمؐ کے عظیم اھداف و مقاصد کی خاطر خرچ کر دیا اور زندگی میں مشکلات جھیلتی رہیں کبھی اپنے مال کا احساس بھی رسول اللہ کو نہ ہونے دیا۔

شعب ابی طالب کے مصائب جھیلنے کے بعد جب رحلت کا وقت آیا تو کفن کے لئے کپڑا بھی نہ تھا اور اپنی بیٹی کو کہا کہ بابا کو کہنا مجھے اپنی پرانی عبا کا کفن پہنانا،تاکہ رسول اللہ کو کفن نہ ہونے کا احساس نہ ہو۔

جنابِ خدیجہ حضرتِ زہراء کی ماں ہیں اور حضرت زہرا(س) گیارہ اماموں کی ماں ہیں،اسی لئے ہم نے کہا کہ جنابِ خدیجہ ام الآئمہ ہیں۔جنابِ پیغمبرؐ کے لئے بی بی کا وجود کتنا مہم تھا یہ آپ کی رحلت کے سال کو پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے حزن کا سال قرار دینے سے معلوم ہو رہا ہے۔

حضرتِ علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے ہاں پرورش پاتے رہے اور اس پرورش کا اعزاز رسول اللہ کے گھر میں جنابِ خدیجہ کو ملا ہے۔اور حضرتِ امیرالمومنینؑ نے نہج البلاغہ میں نبی اکرمؐ سے جب اپنی قرابت اور رشتہ داری کا ذکر کیا تو اس سے پہلے جناب خدیجہ کا تذکرہ کیا۔فرمایا" تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص قدر ومنزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسول اللہؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔۔اس وقت رسول اللہ اور خدیجہ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہیں تھا البتہ تیسرا ان میں مَیں تھا"۔(نہج البلاغہ : خطبہ ۱۹۰(

جنابِ خدیجہ کے حالات پر اچھی اچھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔جناب خدیجہ کو ملیکۃ العرب لکھا گیا مگر بیوی کا کمال یہ ہے کہ وہ شوہر کے سکون کا سبب بنے اور تاریخ کا ہر ورق یہی لکھے گا کہ خدیجہ ساری زندگی اپنا سکون قربان کر کے رسول اللہؐ کے سکون

کا ذریعہ بنی رہیں۔رسول اللہؐ نے سب سے پہلے اپنی بعثت کا تذکرہ بھی جناب خدیجہ سے ہی کیا اور آپ پر سب سے پہلے

ایمان لانے والی اور آپ کے دعویٰ کی تصدیق کر کے آپ کو سکون بخشنے والی بھی آپ ہی تھیںاور آپ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی بھی آپ ہی تھیں۔

کسی خاتون کے کردار اور مقام کو پرکھنے کا بہترین ذریعہ اس کی پروردہ اولاد ہوتی ہے۔اگر کسی کو جنابِ خدیجہ کے مقام کو پہچاننا ہے تو اسے آپ کی بیٹی جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی زندگی میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کی مثالی خاتون

پیغمبر اکرمؐ کی زندگی میں جتنی خواتین کا کردار موجود ہے ان میں سے جنابِ زھراؑ کا مقام الگ ہے۔ عورتوں میں سے حضرتِ فاطمہؑ ہی رسول اللہ کی زندگی کا واحد معصوم کردار ہیں۔سید الانبیاء کی سیدۃ النساء بیٹی کا قرآن مجید میں بارہا ذکر آیاہے۔پیغمبر اکرمؐ کو بیٹی اسوقت عطا ہوئی جب اُس ماحول میں لوگ بیٹی کے وجود کو برداشت نہیں کرتے تھے اور بیٹی کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔آپ کو بیٹی نصیب ہوئی تو قرآن مجید نے پکار کر کہا" اِنّا اَعطَینٰاکَ الکَوثَر،ہم نے آپؐ کو خیرِ کثیر عطا کی ہے"۔

جنابِ سیدہ کے فضائل یہاں درج کرنے کی جرأت نہیں ہوتی کیو نکہ ہم کہاں اور وہ بی بی جس کا بابا کہے"فاطمہ اپنے باپ کی بھی ماں ہے"اس کا مقام کہاں۔نبی اکرم فرماتے ہیں جنت ماں کے قدموں میں ہوتی ہے اب جس ماں کے بیٹے جنت کے جوانوں کے سردار ہوں اس کے بارے کیا لکھا جائے۔رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ بیٹی باپ کے لئے رحمت ہوتی ہے۔اب رحمۃ للعالمین کی بیٹی بھی باپ کے لئے رحمت ہی ہو گی،لہٰذا جو رسول اللہ کے لئے رحمت ہو اس کے متعلق کیا لکھوں۔

کسی خاتون کے تعارف کے لئے یا اس کے باپ یا اس کے شوہر یا اس کے بیٹوں کا نام لیا جاتا ہے ،مجھے نہیں معلوم کہ میں اس مخدومہ کی شان کے بارے کیا کہوں جسے حدیثِ کساء میں اللہ سبحانہ نے ملائکہ کے سامنے ،محمد مصطفیٰ جیسے باپ،علی مرتضیٰ جیسے شوہر اور حسنین شریفینؑ جیسے بیٹوں کے تعارف کا ذریعہ بنا دیا اور فرمایا"کساء کے نیچے فاطمہ اُن کے بابا،اُن کے شوہر اور ان کے بیٹے ہیں"۔

ہم نہ یہاں آیت تطہیر کی تفصیل میں جا سکتے ہیں اور نہ آیتِ مودّت کی تفسیر بیان کی جا سکتی ہے۔نہ اس موقعہ پر آیتِ مباہلہ کے بیان کا وقت ہے اور نہ آیتِ اطعام میں بی بی کے کردار کی جھلکیاں پیش کی جا سکتی ہیں۔علماء کرام نے بی بی کی شان میں سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔کئی سو صفحات پر مشتمل ایک ایسی کتاب بھی ہمارے سامنے ہے جس میں فقط ان کتابوں کے نام درج ہیں جو اس مقدسّہ کی عظمت کے بیان میں لکھی گئی ہیں۔ہم اپنی بے بضاعتی کا اقرار کرتے ہوئے بس اتنا لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ فاطمہ ہے۔

صاحباں ایمان کے لئے، بالخصوص کنیزانِ جنابِ زھراء کے لئے بی بی کی زندگی کا ہر ہر لمحہ ایک سبق ہے۔بی بی کا کردار حقیقت میں رسول اللہؐ کے کردار کا آئینہ ہے۔بعض علماء نے تو اس حد تک لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کا کردار مَردوں کے لئے تو نمونہ ہے مگر عورتوں کے مخصوص اعمال اور مسائل ہیںجنابِ سیدہ نمونہ ہیں اور رسول اللہؐ نے اسی لئے فرمایا تھا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا اور حصہ ہے۔اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بی بی کا کردار رسول اللہ کے کردار کا حصہ ہے۔

جناب فاطمہؑ کی پوری زندگی میں حیاء ،پردہ،عفت وپاکدامنی،اسلام سے محبت،

راہِخداامیں قربانی، تقویٰ، شجاعت، عدالت، سخاوت، قناعت، عبادت، صبر اور استقلال جیسے موضوعات ایک روشن چراغ کی طرح اجالا کر رہے ہیں۔عورت کے حقوق کیا ہیں اور فرائض کونسے ہیں۔عورت کا ماں باپ سے تعلق کیسا رہنا چاہئے اور شوہر سے اس کا برتاؤ کس قسم کا ہونا چاہیے۔

عورت اولاد کی تربیت کیسے کرے اور گھر کے امور کو کیسے سنبھالے ؟دنیا کی مشکلات کو کیسے نبھائے اور آخرت کی یاد کیسے رکھے؟حقوق اللہ کی ادائیگی کیسے کرے اور حقوق العباد کا کیسے خیال رکھے؟یہ سارے عناوین بی بی کی زندگی میں دیکھے اور سیکھے جا سکتے ہیں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی زندگی بیٹیوں کے لئے ایک عظیم نمونہ ہے۔اس کے لئے جناب، پیغمبر اکرمؐ اور جنابِ سیدہؑ کے تعلقات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔بیویوں کے لئے ایک بلند مثال ہے۔اسے سمجھنے کے لئے جنابِ امیرالمومنینؑ اور جنابِ سیدہ کی زندگی کے ایک ایک مرحلے کو پڑھنا چاہئے۔ماؤں کے لئے ایک بے مثل عنوان

ہے۔جنابِ امام حسنؑ اور امام حسینؑ جیسے بیٹوں اور جناب زینبؑ اور جنابِ ام کلثومؑ جیسی با حیا اور شجاع بیٹیوں کی پرورش پر نظر ڈالنی چاہیے۔

جنابِ سیدہؑ کے القابات میں سے ایک لقب راضیہ ہے یعنی جو اللہ نے اس کے لئے مقدور کیا ہے وہ اس پر راضی ہے اور ایک لقب مرضیہ ہے یعنی اللہ بھی اس سے راضی ہے۔کنیزانِ جنابِ زہراء اگر انہی القابات کو اپنی زندگیوں کے لئے نمونہ بنا سکیں تو بہت بڑا کمال ہو گا یعنی اللہ سبحانہ جو فیصلہ کرے ہر حال میں اس پر راضی رہا جائے اور زندگی کے ہر کام میں اور ہر قدم پر یہ سوچ لے کہ اس سے اللہ راضی ہے یا نہیں۔اگر خدا کی رضا اس میں نظر آئے تو قدم اُٹھائے اور اگر خدا کی خوشنودی نہیں تو اسے ترک کر دے۔حضرتِ اُمِ ایمن اور جنابِ فضّہ جیسی بیبیاں انہیں اصولوں پر عمل پیرا ہوکر دینا و آخرت کی عظمتیں حاصل کر گئیں اور آج بھی اُن راہوں کو طے کر کے اس مقام کو پایا جا سکتا ہے۔

تعلیمات حضرت زہرا(سلام اللہ علیہا)

کسی فرد کی زندگی کو اپنے لئے نمونۂ عمل بنانے کے لئے یا اس کے اعمال کو دیکھا جاتا ہے اور ان کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالا جاتا ہے یا اس کے اقوال کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور اپنی زندگی کے لئے انہیں اصول بنایا جاتا ہے۔جنابِ سیدہؑ کی زندگی کو دیکھا جائے تو ہر قدم نمونۂ عمل ہے اور اگر بی بی کے کلمات کو سنا جائے تو ایک

خطبہ جو مسجد نبوی میں بابا کے دنیا سے جانے کے چند دن بعد بیان فرمایا وہ پورے اسلام کی تفصیل پیش کرتا ہے۔

ہم جنابِ سیدہ کی سیرت کی تفصیل یہاں بیان نہیں کر سکتے۔محمد وآلِ محمدعلیہم السلام کی محبت سے سرشار مومنین ومومنات کو چاہیے کہ اس موضوع پر اردو میں لکھی جانے والی کتاب''سِیرۃ فاطمۃُالزہرائؑ'':تالیف آغا محمد سلطان مرزا دھلوی کا مطالعہ فرمائیں اورفارسی سے اردو میں ترجمہ شدہ کتاب''اسلام کی مثالی خاتون'' تالیف آیۃ اللہ ابراہیم امینی بھی اس موضوع پر لکھی جانے والی اچھی کتاب ہے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرامین میں سے سب سے مشہور بی بی کا وہ خطبہ ہے جو آپ نے مسجدِ نبوی میں ارشاد فرمایا،جنابِ سیدہؑ کے اس خطبہ کو موافق ومخالف سب نے اپنی تصانیف میں بیان کیا۔سید رضی علیہ الرحمہ جامع نہج البلاغہ کے برادرِ بزرگوار جناب سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے اپنی کتاب شافی میں اسے درج کیا ہے۔

علامہ طبرسی نے اپنی مشہور کتاب الاحتجاج میں اس خطبہ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ جب حضرت سیدہ سلام اللہ علیہاکو فدک سے محروم کرنے کا حتمی ارادہ کر لیا گیا اور اس معظّمہ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے چادر اوڑھی اور سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو چھپایا اور اپنی کنیزوں اور قوم کی عورتوں کے ساتھ مسجد کا رخ کیا۔شرم کے سبب چادر کے کنارے زمین پر کھنچتے جاتے تھے۔جناب سیدہ کی رفتار اور جنابِ رسول اللہؐ کی رفتار میں کچھ فرق نہ تھا۔

مسجد میں اس وقت پہنچیں کہ جب خلیفہ اول کے ماننے والے مہاجرین و انصار اُن کے گرد جمع تھے۔جنابِ زھراء کے سامنے ایک چادر کھینچ دی گئی۔آپ بیٹھیں اور اس درد

و غم آمیز لہجہ میں کراہا کہ قریب تھا کہ سب لوگ گریہ و بقا سے جان کھو دیں۔مجلس میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔آپ نے تھوڑی مہلت ان لوگوں کو دی کہ ان کا اضطراب رکا،دھڑکتے ہوئے دل ٹھہرے۔پھر آپ نے حمدِ و ثناءِ خدا اور صلوٰۃ رسول اللہؐ کے ساتھ اپنے کلام کی ابتداء کی۔لوگ پھر رونے لگے۔جب وہ چپ ہوئے تو آپ نے اپنے کلام کو دہرایااور فرمایا:۔

حمدِ الٰہی

"حقیقی حمد مخصوص ہے خدا کے لئے کہ اس نے نعمتیں عطا فرمائیں،اور اس کے لئے شکرہے کہ اس نے نفس کو نیک وبد کی تمیز بخشی اور اسی کے لئے ثنا ہے کہ اس نے بغیر استحقاق کے اپنی نعمتیں عام کیں،اوراپنے بندوں کو اپنی کامل نعمتوں سے بہرہ مند فرمایااور پورا پورا انعام لگاتار وارد فرمایا۔اتنی نعمتیں جن کا شمار نا ممکن ہے اور ایسی نعمتیں جن کی مدتِ اوقات شکر سے کہیں زیادہ ہے اور جن کی ہمیشگی کا ادراک انسان کے بس سے باہر ہے۔اللہ نے اپنے بندوں کوشکر کر کے نعمتیں زیادہ کرانے کی طرف رغبت دلائی تاکہ نعمتیں مسلسل رہیں،اور نعمتوں کے بے بہا ہونے کی وجہ سے مخلو قات سے اپنی حمد کی فرمائش کی اور پھر انہیں دنیوی نعمتوں کی طرح آخرت کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی جانب مائل فرمایا۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ،وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں،یہ کلمہ توحید وہ کلمہ ہے جس کی تاویل اللہ نے اخلاص کی صفت کو قرار دیااور

عقلوں کے لئے لازم قرار دیا کہ وہ کلمہ کے مطلب تک پہنچیں اور کلمہ کے معنٰی کو دلیل و برہان کے ذریعہ قوتِ فکر کے لئے واضح اور روشن فرمایا۔ایسا خدا جس کی رؤیت ان ظاہری آنکھوں سے محال ہے۔

نہ تو زبانیں اس کا وصف بیان کر سکتی ہیں اور نہ وہم اس کی کیفیت کو پا سکتا ہے۔اس نے اشیاء کو بغیر کسی ایسی چیز کے پیدا کیا جو اس کے قبل رہی ہواور عالم کو وجود میں لایا بغیر کسی ایسی مثال کے جسے پیدا کرتے وقت پیش نظر رکھا ہو۔ان چیزوں کو اس نے اپنی قدرت سے خلق فرمایا اور اپنی مشیت سے پیدا کیا حالانکہ اس کو ان چیزوں کے پیدا کرنے کی حاجت نہ تھی اور نہ ان چیزوں کو صورت وجود عطا کرنے میں اس کا کوئی فائدہ تھا۔اللہ نے انہیں صرف اس لئے پیدا کیا کہ عقل والوں کو اس کی حکمت کا ثبوت ملے اور اس کی اطاعت اور ادائیگی شکر کی طرف متوجہ ہوں۔خدا کی قدرت کا اظہار ہو اور بندے اس کی بندگی کا اقرار کریں اور پیغمبروں کو اس کی طرف بلانے میں غلبہ حاصل ہو۔پھر اس نے اپنی اطاعت پر ثواب مقرر کیااور معصیت پر سزا قرار دی تاکہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے بچائے اور گھیر کر جنت کی طرف لے جائے“۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا ایک مشکل وقت میں فدک کے سوال کے لئے مسجد میں تشریف لے گئی تھیں مگر اس خاص موقعہ پر بھی توحید کو جس گہرائی سے بیان فرمایا اس سے واقعاً علم رسول اللہ کی جھلک نظر آتی ہے۔توحید کے اس طور پر بیان کا نمونہ یا شاگردِ نبیؐ جنابِ علی علیہ السلام کے خطبات میں دکھائی دیتا ہے یا پھر سیدہ کے اس

خطبے ہیں اور بی بی کے بعد بی بی کے گود کے پلوں کے بیانات میں یہ طریقہ نظر آتا ہے۔

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کے اس خطبہ کا ہر ایک جملہ توحید کا ایک الگ باب ہے۔حضرت زہراؑمرضیہ مسجد میں اپنا حق مانگنے گئی تھیں مگر بات نہ اپنے تعارف سے شروع کی نہ اپنے چھن جانے والے حق کو ابتدا میں بیان فرمایا۔نہ اپنے مصائب کو سرنامہ کلام بنایا اور نہ وہاں موجود افراد کی مذمت سے گفتگو کا آغاز کیا بلکہ داعیاً الی اللہ کی بیٹی تھیں اور اپنے کلام کی ابتداء اللہ کی توحید سے کی۔

حضرت زہراؑ نے حمدِ خدا کا سبب اس کی عطا کی ہوئی نعمات کو قرار دیا اور اس جملے سے واضح فرمایا کہ اللہ کی دی ہوئی عطاوئں کو اگر پہچانا جائے تو ہر با ضمیر آدمی عطا کرنے والے کی تعریف کرے گا اور اس کا شکریہ اپنا فرض جانے گا۔نعمات کے بیان میں جناب سیدہ فرماتی ہیں کہ اس کی نعمات کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور یہ اقرار بھی توحید کی پہچان کا ایک ذریعہ ہے۔

جناب سیدہ نے توحید کے جن پہلوؤں کو بیان فرمایا ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں ۔ضرورتِ حمد،نعماتِ الٰہیہ کا بے نہایت ہونا،شہادت الٰہیہ کے اعتراف کی ضرورت،خدا کی پہچان،اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بے نیازی،ھدفِ خلقت اور خدا کی اطاعت و بندگی کی ضرورت۔

مدح رسول خدا(صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم)

توحید کے بعد جنابِ سیدۃالنساء العالمین نے ر سالت کے موضوع کو بیان فرمایا ہے۔حضرت فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں:۔

" اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدرِ بزرگوار محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس نے رسول بنا کر بھیجنے سے پہلے ہی مختار و ممتاز بنا لیا۔اور انہیں مبعوث کرنے سے پہلے ہی انبیاء کو ان کے نام سے آگاہ کر دیا تھااور انہیںدرجۂ رسالت پر فائز کرنے سے پہلے ہی اصطفاء کی منزل پر فائز کر دیا تھا۔جب کہ ساری مخلوق غیب کے حجاب میں پوشیدہ اور عدم کے ہولناک پردوں میں محفوظ تھی اور حدِّ عدم سے وابستہ تھی۔

یہ سب اس لیے تھا کہ خدا وندِ عالم کو انجامِ امور کی خبر تھی اور زمانہ کے حوادث کو اس کا علم احاطہ کیے ہوئے تھااور مقدورات کے موقع اس کے علم میں تھے۔آنحضرتؐ کو خدا وندِ تعالیٰ نے اپنے امرِہدایت کو تمام کرنے ،اپنے حکم کو جاری کرنے کی مضبوطی اور حتمی اور طے شدہ مقدورات کو نا فذ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔اسے معلوم تھا کہ امتیں مذاہب میں متفرق ہو گئی ہیں۔کچھ لوگ آتش پرستی پر مائل ہیں،کچھ بتوں کو پوج رہے ہیں اور کچھ باوجود خدا کی ہستی کے علم کے اس کے منکر ہیں۔

پس خدا وند تعالیٰ نے میرے پدرِ بزرگوار محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے امتوں کی بے دینی کی تاریکیاں دور کیں،عقلوں کی مشکلیں حل فرمائیں ،اور بصیرت کی آنکھوں پر سے پردے ہٹا دیے۔آنحضرتؐ نے انسانوں میں ہدایت کا کام انجام دیا اور انہیں گمراہی سے

رہا کیا۔ضلالت سے ہٹا کر ہدایت کی راہ دکھائی۔دین قیم کی جانب ان کی رہبری کی اور صراط مستقیم کی طرف انہیں بلایا،اور پھر خداوند تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مہربانی سے ان کے اختیار و رغبت و ایثار کے ساتھ اپنی طرف بلایا۔چناچہ آنجنابؐ دارِ دنیا کی زحمتوں سے نکل کر راحت و آرام میں پہنچ گئے ہیں۔انہیں ملائکہ ابرار گھیرے رہتے ہیں،ربِ غفار کی رضا اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔وہ ملک جبار کی ہمسائیگی سے بہرہ اندوز ہیں

خداوندِ تعالیٰ درود نازل کرے میرے پدرِ بزرگورؐ پر جو اس کے پیغمبر اور اس کی وحی پر اس کے امین تھے اور اس کی مخلوقات میں اس کے برگزیدہ ،منتخب اور پسندیدہ تھے۔ان پر خدا کا سلام،اس کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں"۔

جنابِ سیدہؑ نے واضح فرمایا کہ فقط خدا کی پہچان کافی نہیں بلکہ علومِ الٰہی سے سرشار مربی ومعلم اور دلسوز و راستگو راہنما اور ہادی کے بغیر سعادت و تکامل ممکن نہیں۔راہِ مستقیم کے خطرات سے ٹکرانے کے لیے اور قوموں کو شیطان سے بچانے کے لیے ان کی مدد ضروری ہے۔

جنابِ سیدہ زہراؑنے نبوت کی بلندیوں اور رسالت کی عظمتوں کو کس انداز سے بیان کیا ،الٰہی نمائندوں کے بھیجنے کے اہداف بیان فرمائے،رسول اللہؐ نے ان اہداف کے حصول کی خاطر کیا دکھ اور تکالیف برداشت کیں اور جناب سیدہ نے اب آپؐ کی حالت کن الفاظ میں پیش فرمائی، اس کی تفصیل میں ہم نہیں جا سکتے فقط خطبہ کی عبارت کے اس لفظ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو بی بی نے اس حصہ میں تین بار ادا فرمایا۔

جناب معصومہؑ نے ''ابی'' یعنی میرے بابا کے لفظ کو دہرا نا کیوں ضروری سمجھا۔کیا بی بی قرآن کی آیت ''قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی'' کی تفسیر سمجھانا چاہتی تھیں کہ مجھ سے زیادہ اور قریبی کون ہو سکتا ہے۔کیا جناب سیدہؑ بتلانا چاہتی ہیں کہ یہ میں یا میری اولاد ہے جس کو حق پہنچتا ہے کہ رسول اللہؐ کو باپ کہے۔کیا جنابِ صدیقہؑ یہ فرمانا چاہتی ہیں کہ ہر بیٹی باپ کے حق کی وارث ہوتی ہے اور میں رسول اللہ کی بیٹی ہوںاور وارث بھی میں ہی ہوں۔

مقام قرآن

حضرت فاطمہؑ توحید اور رسالت کے بیان کے بعد مسجد نبوی میں موجود مجمع کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:۔

''اے بندگانِ خدا !تم تو خدا کے امر و نہی کے بجا لانے کے لیے منصوب و مقرر ہواور اس کے دین و وحی کے حامل ہواور اپنے نفوس کے اوپر اس کے امین ہو۔دوسری امتوں کی طرف خدا کی جانب سے مبلغ ہو۔تم دوسری امتوں میں ضامن اور کفیل ہواس عہد اور وصیت کے جو خدا نے تم سے کیا ہے اور اس بقیہ کے جن کو تم پر رسول کے بعد ذمہ د ار قرار دیا ہے اور وہ بقیہ خدا کی کتابِ ناطق اور قرآنِ صادق ہے۔

قرآن روشن اور چمکتا ہوا نور ہے۔اس کی بصیرت کے امور واضح اور اس کے اسرار و رموز آشکار ہیں۔اس کے ظواہر ہویدا اور جلی ہیں اس کا اتباع کرنے والے قابلِ

رشک ہیں اور اس کی پیروی رضوانِ خدا تک پہنچانے والی ہے۔اور اس کو توجہ سے سننا نجات تک کھینچ کر لے جاتا ہے۔

اسی قرآن کے ذریعہ خدا کی منوّر حجتوں کو حاصل کیا جاتا ہے اوربیان کئے ہوئے واجبات معلوم ہوتے ہیں اور ان محرمات کی اطلاع ہوتی ہے جن سے خوف دلایا گیا ہے اور اسی قرآن سے خدا کے مقرر کردہ مستحبات معلوم ہوتے ہیں،جن کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور ان مباح باتوں کا پتہ چلتا ہے جنہیں خدا نے بندوں کے لیے حلال کر دیا ہے اور شریعت کی مقرر کردہ باتوں کا پتہ چلتا ہے "۔

جناب معصومہ ؑ نے خطبہ کے اس حصہ میں جس انداز سے قرآن کا تعارف کرایا وہ بی بی ہی بیان کرسکتی ہیں اس لئے کہ قرآن اور جنابِ سیدہ ایک ہی گود میں پرورش پاتے رہے اور پھر قرآن کو بی بی ہی کی چادر کا سایہ نصیب ہوا۔

فلسفۂ احکام

جنابِ معصومہ کے خطبہ کے اس حصہ میں احکامِ شریعت کا فلسفہ بیان کیا گیا ہے اور اس خطبہ میں بیان ہونے والے فلسفہ کو علماء کے ہاں بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے خطبہ کے اس حصہ میں بیس احکامات کا فلسفہ بیان کیا ۔جناب مخدومہ نے باقی احکامات کے ساتھ اپنی امامت اور اطاعت کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور نظام امت ہی اسلام کا دوسرا نام ہے جس نظام کو اپنی اطاعت سے

مشروط کیا اور اتحاد امت کی راہ کو بھی آلِ محمدؐ کی امامت کی قبولیت میں پنہاں قرار دیا۔

بی بی فرماتی ہیں:۔

''اللہ نے ایمان کو تم لوگوں کے لیے شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ بنایا۔نماز کو تکبر سے دور رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے۔زکوۃ کو نفس کی پاکیزگی اور رزق کی زیادتی کا سبب قرار دیا ہے اور روزہ کو اس لیے فرض کیا تاکہ اخلاص میں دوام پیدا ہو۔حج کو اس لیے واجب کیا تاکہ دین میں اور مضبوطی ہو۔عدل و انصاف کو دلوں کی تنظیم کے لیے ضروری قرار دیا۔

اور ہماری اطاعت کو امت کے نظام اور درستی کے لیے بنایا اور ہماری امامت کو تفرقہ و اختلاف کی مصیبت سے بچنے کے لیے امان قرار دیا۔جہاد کو اسلام کی عزت اور اہل کفر ونفاق کی ذلّت کا ذریعہ بنایا ہے۔مصیبت میں صبر کرنے کو اجر کے حصول میں مدد گار بنایا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں عوام الناس کے لیے مصلحتیں رکھ دی ہیں۔والدین کے ساتھ نیکی کو غضبِ الٰہی سے محفوظ رہنے کا سبب بنا یا ہے۔رشتہ داروں سے اچھے سلوک کو زندگی میں اضافے کا باعث قرار دیا ہے۔

قصاص کواس لیے لازم کیا تاکہ خونریزی رک جائے۔نذر کی وفا اس لیے لازم کی تاکہ لوگوں کی مغفرت ہوتی رہے۔پیمانہ اور وزن پورا رکھنے کا حکم اس لیے واجب کیا کہ نحوست دور رہے۔شراب پینے کی ممانعت اس لیے کی کہ برے اخلاق سے بندے پاک رہیں۔زنا کا بے جا الزام لگانا اس لیے حرام کیا کہ لعنت کے سامنے ایک حجاب اور

مانع پیدا ہو جائے۔چوری کرنے کو اس لیے ممنوع قرار دیا کہ دوسروں کے مال میں بے اجازت تصرف کرنے سے لوگ اپنے آپ کو باز رکھیں۔

خدا نے شرک کو اس وجہ سے حرام کیاکہ اس کی ربوبیت کا اقرار خالص رہے۔پس خود سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور یہ کوشش کرو کہ جب مرو تو مسلمان ہی مرو۔خدا کے اوامر میں اس کی اطاعت کرو،اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہو۔بے شک اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہی ہیں"

میں مصطفیٰ کی بیٹی ہوں

جناب سیدہ زہراؑ نے اپنی گفتگو کے چوتھے مرحلہ پر اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:۔

"اے لوگو جان لو کہ میں فاطمہؑ ہوں میرے والد محمد مصطفیٰؐ ہیں جو بات میں تم سے پہلے سے کہہ رہی ہوں وہی آخر تک کہتی رہوں گی اور میں جو کہتی ہوں وہ غلط نہیں کہتی اور اپنے فعل میں حد سے تجاوز نہیں کرتی۔(یقیناً تم میں سے تمھاری طرف رسول آیا کہ جسے تمہاری تکالیف ناگوار ہیں اور جو تمہاری ہدایت پر اصرار کرتا ہے اور مومنین پر رؤف و مہربان ہے۔(سورہ توبہ:۱۲۸(

پس اگر تم ان کی طرف نسبت دو اور ان کا تعارف کراؤ،تو تم انہیں میرا باپ پاؤ گے نہ کہ اپنی عورتوں کااور میرے چچا زاد(علی بن ابی طالبؑ)کا بھائی پاؤ گے نہ کہ اپنے مَردوں میں سے کسی کااور آپؐ بہترین فرد ہیں جن کی طرف نسبت کی جائے"۔

ان جملات میں جنابِ معصومہؑ نے بہت مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کروایا اور اس تعارف میں رسول اللہؐ سے نسبت کو خاص طور پر بیان فرمایا۔

فلسفہ بعثت پیغمبراکرم

اپنے تعارف کے بعد جنابِ مخدومہ سلام اللہ علیہا نے رسول اللہؐ کی آمد کے اہداف کو بیان فرمایا۔اس وقت انسانیت کی صورتِ حال کی وضاحت کی اوررسول اللہؐ کی آمد کو ان امراض کا علاج قرار دیا۔فرمایا:۔

"پس آنحضرتؐ نے اللہ کا پیغام بہت اچھی اور پوری طرح پہنچا دیا۔اس طرح کہ خدا سے ڈرانے میں پوری وضاحت سے کام لیا اور مشرکوں کے مسلک سے بالکل علیحدہ اور مخالف راہ نکالے ہوئے تھے۔مشرکوں کے مسلک کی ممتاز چیزوں پر ضربِ کاری لگا رہے تھے اور ان کا ناطقہ بند کئے ہوئے تھے اور اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ دعوت دے رہے تھے۔بتوں کو توڑ رہے تھے اور اہلِ شرک کے سرداروں کو سر نگوں کر رہے تھے۔

یہاں تک کہ گروہِ مشرکین کو شکست ہوئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جہالت کی رات ختم ہوئی،ہدایت کی صبح نے جلوہ دکھایا اور حق اپنی خالص شکل میں نمودار ہوا ،دین کا ڈنکا بولنے لگا اور شیطانوں کے ناطقے گم ہو گئے ،نفاق پرور کمینے ہلاک ہو گئے۔کفر اور بے دینی کی گرہیں کھل کر رہ گئیں۔تم نے چند روشن نسب اور گرسنہ لوگوں(اہلبیت رسولؐ) کے سامنے کلمہ ہدایت زبان پر جاری کیا۔

تم جہنم کے کنارے پر تھے ایسے بے مقدار جیسے پینے والے کاایک گھونٹ ، طمع کرنے والے کا ایک چلو اور عجلت کرنے والے کی ایک چنگاری۔تم ایسے ذلیل تھے جیسے پیر تلے کی خاک۔گندہ پانی پیتے تھے اور بے دباغت کی ہوئی کھال چباتے تھے۔ذلیل تھے اور دھتکارے ہوئے تھے اور ڈر رہے تھے کہ وہ لوگ جو تمہارے ارد گرد ہیں تم کو ہلاک نہ کر ڈالیں۔ایسے وقت پر اللہ تبارک و تعالی نے تم لوگوں کو میرے پدرِ بزرگوار مُحمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے ان فکروں سے نجات دی"۔

علیؑ مدد گارِ نبیؐ

بگڑی ہوئی آدمیت اور ذلت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کی حالت کے بیان کے بعد بی بی فرماتی ہیں کہ اس حالت سے تمہیں نکال کر بہترین امت بننے کا شرف رسول اللہؐ کے ذریعہ نصیب ہوا۔مگر آپ کو یہ مقام دلانے کے لئے رسول اللہؐ نے کون کون سی تکالیف برداشت کیں اور کیا کیا دکھ سہے ان کا بھی سیدہ سلام اللہ علیہانے بیان فرما دیا۔جنابِ ام ابیھاؑ نے اس موقعہ پر رسول اللہؐ کے مدد گار کا ذکر بھی ضروری سمجھا اور فرمایا:۔

"لوگوں کے ہاتھوں ان چھوٹی بڑی بلاؤں کے بعد اور اس کے بعد کہ عرب کے بھیڑیوں کے ذریعہ آپؐ کی آزمائش کی گئی۔عرب کے ڈاکوؤں اور اہلِ کتاب کے سرکشوں سے آنحضرتؐ کو سابقہ پڑا تھا۔جب کبھی ان لوگوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی،خدا نے اُسے خاموش کر دیا۔جب کبھی شیطان نے سر اٹھایا،مشرکوں کی شرارت

کے اژدہے نے منہ کھولا تو آپؐ نے اپنے بھائی(علیؑ)ہی کو اس بلا کے منہ میں بھیجا۔پس اس بہادر(علیؑ)کی شان یہ تھی کہ وہ اس وقت تک نہ پلٹا کہ جب تک ان بلاؤں کے سر اپنے پیروں تلے کچل نہ دیے اور فتنے کی آگ بجھا نہ دی۔

وہ(علیؑ)اللہ کے بارے میں مشقت برداشت کرنے والے تھے،اور امرِ خدا میں پوری کوشش کرنے والے تھے اور ہر بات میں رسول اللہ سے قریب تھے۔وہ اولیاء کا سردار،ہدایت پر کمر بستہ،بندگانِ خدا کا ناصر،مفید باتیں پیش کرنے والااور کوشش اور سعی بلیغ کرنے والا تھا"۔

رحلتِ رسول خداؐ

رسول اللہؐ کی محنت اور حضرت علیؑ کی مدد کے بعدجنابِ سیدہ نے حالات کو اطمینان بخش قرار دیا مگر پھر اشارہ فرمایا کہ یہ حالت ظاہری تھی اندر کے ارادے کچھ اور تھے اور ظاہری حالت بھی دیر تک باقی نہ رہی بلکہ رسول اللہؐ کے جانے کے بعد حالات نے رخ موڑنا شروع کر دیا۔بی بی فرماتی ہیں:۔

"تم لوگ زندگی کی خوشگوار حالت میں پڑے ہوئے تھے۔اطمینان اور خوش طبعی کی حالت میں بے خوف زندگی بسر کر رہے تھے۔ہم پر مصیبتیں آ پڑنے کی آرزو کرتے تھے اور ہمارے لئے فتنوں اور مصیبتوں کی امید رکھتے تھے۔تم لوگ جنگ کے موقعوں پر پسپا ہو جاتے اور میدانِ جنگ سے بھاگ جاتے تھے۔

پس جب اللہ سبحانہ نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے گذشتہ انبیاء کے گھر اور اپنے اصفیاء کے مسکن کو پسند فرمایا(آپؐ دنیا سے رحلت فرما گئے) تو تم لوگوں میں نفاق اور دشمنی ظاہر ہوئی۔دین کی چادر بوسیدہ ہو گئی۔گمراہوں کی زبان کھل گئی اور گمنام اور ذلیل لوگ ابھر کر سامنے آگئے اور باطل کا اونٹ بولنے لگا۔اس نے اپنی دُم تم لوگوں کے صحن میں ہلانی شروع کر دی۔

شیطان نے اپنے گوشے سے سر نکالا۔اس نے تمہیں بلانے کے لئے آواز دی اور اپنی آواز پر تم کو لبیک کہتا ہوا پایا۔شیطان نے تمہیں اپنے قریب متوجہ پایا۔پھر اس نے تمہیں اپنی فرمانبرداری کے لئے اُٹھنے کا حکم دیا تو تمہیں فوراً تیار ہونے والا پایا۔اس نے تمہیں بھڑکایا تو اپنی مدد میں تمہیں غضبناک اور تُند پایا۔لہٰذا تم نے اپنے اونٹ کے بدلے دوسرے کے اونٹ کو داغا اور اپنا گھاٹ چھوڑ کر دوسرے کے گھاٹ پر پانی پلایا۔(یعنی جو دوسرے کا حق تھا اسے زبردستی اپنا حق بنا لیا) یہ تم نے تب کیا جب رسول اللہؐ کے عہد و پیمان کا وقت قریب تھااور ان کی جدائی کا زخم ہرا تھااورجراحت مندمل نہ ہوئی تھی۔

رسول اللہ دفن تک نہ ہوئے تھے کہ شیطانی کاموں کی طرف تم نے سبقت کی۔یہ گمان کرتے ہوئے کہ فتنے کا خوف پیدا ہو گیا تھا حالانکہ یہ گمان غلط تھا۔(آگاہ ہو جاؤ کہ منافقین پھر بھی فتنے میں جا گرے ہیں اور جہنم بے شک کافروں کو گھیرے ہوئے ہے)۔سورۃ التوبہ:۴۹)"۔

قرآن سے دوری

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد گرامی کی رحلت کے بعد کے حالات و واقعات کے بیان کے بعد اس وقت کے لوگوں کا قرآن سے برتاؤ بھی بڑے درد بھرے انداز میں پیش کیا۔بی بی فرماتی ہیں:۔

"تم سے سخت تعجب ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کہاں حق سے منہ موڑے ہوئے چلے جا رہے ہو۔یہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اس کے امور ظاہر ہیں اس کے احکام روشن ہیں۔اس کی نشانیاں واضح ہیں اس کی تنبیہیں صاف و علانیہ ہیں اور اس کے اوامر آشکارا ہیں۔ایسی کتاب کو تم نے پسِ پشت ڈال رکھا ہے۔کیا اس سے نفرت کر کے پیٹھ پھیرتے ہو یا قرآن کے غیر کے احکام جاری کرنے پر تیار ہوگئے ہو؟

ظالموں کے لئے ان کے ظلم کا بہت برا بدلہ ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور طریقے پر چلے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گااور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گا"۔

اہل بیت اور سنت رسولؐ سے فرار

جناب فاطمۃالزہراسلام اللہ علیہا نے قرآن مجید سے دوری کے بعد سنت رسول اور اہلبیت رسول سے رُخ موڑنے پر بھی افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا:

" پھر تم نے اتنی دیر بھی نہ کی کہ فتنے کی نفرت ذرا کم ہو جاتی اور اس پر قابو پانا ذرا آسان ہو جاتا۔بلکہ تم نے پھر آگ کو اور زیادہ بھڑکانا شروع کر دیا اور اس کی چنگاریاں تیز کرنے لگے۔شیطانِ گمراہ کی آواز پر لبیک کہنے ،دینِ روشن کے نور کو بجھانے اور پیغمبرؐ برگزیدہ کی سنتوں کو محو کرنے پر تیار ہو گئے۔بظاہر تم نے اسلام اختیار کر رکھا ہے اور اصل باطن میں نفاق ہے۔

رسول اللہ کے اہلبیت اور اولادکے خلاف گنجان درختوں اور جھاڑیوں میں چھپ کر چال چلنے لگے اور ہم لوگ تمہارے افعال پر یوں صبر کرنے لگے جیسے کوئی چُھری کی کاٹ اور نیزے کے سینے میں پیوست ہونے پر صبر کرتا ہے"۔

صدیقہ کبری کا حق

پیغمبرکی بیٹی کا اب تک جتنا خطبہ تھا وہ مقدمہ تھا اور یہاں تک جو مفاہیم بی بی نے بیان فرمائے وہ بعد میں آنے والے حالات کا پیش خیمہ تھے اور اب بی بی نے مسجدِ نبوی میں اپنے تشریف لانے کے اصل مقصد کو بیان کرنا شروع کیا۔جناب سیدہ فرماتی ہیں:۔اور اب تم یہ گمان کرنے لگے ہو کہ مجھے اپنے بابا کے ترکہ میں کوئی حقِ وراثت نہیں ہے۔(یہاں جناب معصومہ نے قرآنِ مجید کی آیت تلاوت فرمائی: کیا تم

جاہلیت کے احکام پسند کرتے ہو۔خدا سے بہتر حکم کرنے والا یقین رکھنے والی قوم کے لئے اور کون ہو سکتا ہے۔سورۃ المائدہ:۵۰)۔کیا تم نہیں جانتے ،بے شک تم جانتے ہو اور تمہارے لئے یہ بات نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہے کہ میں رسول اللہؐ کی بیٹی ہوں۔

کیوں مسلمانو!کیا تم اس پر راضی ہو کہ میری میراث مجھ سے چھین لی جائے اور اے ابو قُحافہ کے بیٹے کیا یہ اللہ کی کتاب میں ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔تو نے یہ کیا بری بات پیش کی ہے۔کیا تم لوگوں نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ دیا ہے اور اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے حالانکہ کہ اس میں تو ذکر ہے کہ: جنابِ سلیمانؑ اپنے باپ داوودؑ کے وارث ہوئے اور جناب یحیٰؑ کے قصے میں حضرت زکریاؑ کی یہ دعا مذکور ہے کہ خداوندا مجھے اپنے پاس سے ایسا وارث عطا فرما جو میری میراث پائے اور آلِ یعقوبؑ کا ورثہ بھی لے۔

اور پھر اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا رب تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔پھر ارشاد ہے کہ اگر کوئی مرتے وقت مال چھوڑے تو وہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے نیکی یعنی میراث کی وصیت کر جائے۔

اللہ تو یہ فرماتا ہے اور تم نے گمان کر رکھا ہے کہ میرا کوئی حق ہی نہیں ہے۔میں اپنے باپ کی وارث ہی نہیں بن سکتی اور ہمارے درمیان کوئی رحمی قرابت ہی نہیں ہے۔کیا اللہ نے میراث کے معاملہ میں تمہیں کسی خاص آیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔جس سے میرے پدرِ بزرگوار کو مستثنیٰ کر دیا ہے یا تم کہتے ہو کہ دو الگ

ملتوں والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔تو کیا میں اور میرے والد بزرگوار ایک ملت پر نہیں ہیں؟کیا تم میرے بابا اور میرے ابن عم(علیؑ) کی نسبت قرآن کے عموم و خصوص کو زیادہ جانتے ہو؟

اچھا آج فدک کو اس طرح قبضہ میں کر لو جس طرح مہار وپالان بستہ ناقہ قبضے میں کیا جاتا ہے۔قیامت کے دن تم سے ملاقات ہو گی اور اور اللہ بہت اچھا حکم کرنے والا ہو گا اور محمدؐ ہمارے ضامن و کفیل ہوں گے۔پس میری اور تیری وعدہ گاہ اب قیامت ہے اور قیامت کے دن باطل پرست گھاٹے میں رہیں گے اور اس وقت کی ندامت تم لوگوں کو فائدہ نہ پہنچائے گی۔ہر امر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم اس شخص کو جان لو گے جس پر عذاب نازل ہو کر اسے رُسوا کرے گا اور اس کے لئے دائمی عذاب مقرر ہو گا"۔

انصار سے خطاب

پھر جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:۔

"اے جوانمردوں کے گروہ،اے ملت کے دست و بازو،اے اسلام کی حفاظت کرنے والو ،میرے حق میں یہ کیسی سُستی ہے،اور میری فریاد سے یہ کیسی غفلت ہے،کیا میرے والد گرامی رسول اللہؐ یہ نہیں فرماتے تھے کہ کسی شخص کی حفاظت اس کی اولاد کی حفاظت کر کے ہوتی ہے۔کتنی جلدی تم نے دین میں بدعت پیدا کر دی ،اور

کتنی تیزی سے اس کے مرتکب ہوئے ہو،در آنحالیکہ تم میں اس بات کی طاقت ہے جس کا میں مطالبہ کر رہی ہوں اور تم اس چیز کی قوت رکھتے ہواور جو میں مانگ رہی ہوں طلب کر رہی ہوں''۔

باباکے فراق میں مرثیہ

''ہاں یہ ٹھیک ہے کہ جنابِ رسول اللہ نے انتقال فرمایا،پس یہ بہت بڑی مصیبت ہے جس کا رخنہ وسیع ہے ،جس کا شگاف بہت زیادہ ہے اور اس کا اتصال افتراق سے بدل چکا ہے۔زمین ان کے چلے جانے کی وجہ سے تاریک ہو چکی ہے۔اللہ کے نیک بندے ان کی مصیبت میں محزون و مغموم رہتے ہیں،شمس و قمر بے نور اور ستارے پریشان ہیں۔اُس بزرگوار کی ذات سے جو آرزوئیں وابستہ تھیں وہ ختم ہو چکی ہیں،اس مصیبت میں پہاڑوں کے دل بھی آب آب ہو رہے ہیں،حرمتِ رسولؐ ضائع کر دی گئی اور حریم رسولؐ کی عظمت لوگوں کے دلوں سے اُٹھ گئی۔

خدا کی قسم یہ مصیبت بڑی بلااور عظیم مصیبت ہے۔اس کی مثل کوئی اور بلا نہیں اور نہ اس سے زیادہ ہلاک کرنے والی تیز مصیبتاور اس مصیبت کی خبر اللہ جلّ شانہ کی کتاب ہیںخود تمہارے گھروں میں صبح و شام نہایت خوش الہانی کے ساتھ بلند آواز میں پہنچا دی گئی تھی اور بے شک آنخضرتؐ سے پہلے اللہ کے پیغمبروں اور رسولوں پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں وہ واقعی امر اور حتمی فیصلے تھے۔چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول تھے ان کے بیشتر بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔پس اگر محمدؐ مر

جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ اپنے پچھلے پیروں اپنے سابق جاہلیت کے مذہب پر پلٹ جاؤ گے اور جو شخص بھی اپنے پچھلے پیروں پر پلٹے گا وہ ہر گز اللہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گااور اللہ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

اے قبیلۂ اوس و خزرج ! اے انصارِ محمدؐ! میرے باپ کی میراث میں ظلم کیا جاوے

در آنحالیکہ تم میری آنکھوں کے سامنے ہواور میں تمہاری آواز سن سکتی ہوں۔میں اور تم ایک ہی مجمع میں موجود ہیں۔تم سب کے سب میرے قضیے سے واقف ہو۔تم سب جتھے والے ہوتمہارے پاس سامان جنگ موجود ہے۔تم قوت رکھتے ہو۔تمہارے حملے کے لئے ہتھیار بھی موجود ہیںاور سپر بھی ہیں۔

تم تک میری پکار پہنچ رہی ہے مگر تم لبیک نہیں کہتے اور تمہارے پاس فریاد کی آواز آرہی ہے اور تم فریاد رسی نہیں کرتے،جبکہ تم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت و استعداد رکھتے ہواور خیر و صلاح کے ساتھ مشہور و معروف ہواور تم وہ منتخب افراد ہو اور ایسے عمدہ ہو کہ تمہیں ہم اہلبیت کے لئے اختیار کر لیا گیا تھا۔تم نے عرب سے جنگ کی ، سختی اور مشقت برداشت کی،دوسری امتوں سے جنگ کی اور بہادروں کا مقابلہ کیا۔پس ہمیشہ ہم حکم کرتے رہے اور تم ہمارا حکم مانتے رہے یہاں تک کہ جب ہمارے ذریعہ سے اسلام کی چکی چلنے لگی،زمانہ کا نفع بڑھنے لگا،شرک کی آواز دب گئی اور جھوٹ کا فوارہ بند ہو گیا،کفر کی آگ بجھ گئی اور فتنہ و فساد کی آواز بند ہو گئی،دین کا انتظام درست ہو گیا،تو اب تم حق کے واضح ہونے کے بعد کہاں اس سے منہ موڑ کر جاتے ہو

اور اعلانِ حق کے بعد اس کی آواز کو چھپا رہے ہو۔آگے بڑھ کر پیچھے ہٹ رہے ہو اور ایمان لانے کے بعدمشرک ہوئے جاتے ہو۔

خدا بُرا کرے اُن لوگوں کا کہ جنہوں نے اپنے عہد کو توڑا،اور رسول اللہؐ کو نکالنے پر آمادہ ہوئے اور انہوں نے ہماری دشمنی میں دوسروں کو ملانے کی ابتداء تم سے کی۔تم ان سے ڈرتے ہو جبکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔بشرطیکہ تم مومن ہو۔میں دیکھ رہی ہو ں کہ تم آرام طلبی کی طرف مائل ہو گئے ہواور اس بزرگ(علیؑ) کو دور کر دیا ہے جو دین کے حل و عقد کا زیادہ حقدار ہے۔

تم زندگی کی تنگی سے نکل کر توانگری میں آگئے ہو اور دین کی جو کچھ باتیں تم نے یاد کی تھیں ان کو تم نے دماغ سے بالکل نکال کر پھنک دیا ہے اور جس پانی کو شیریں سمجھ کر پیا تھا اس کو تم نے اگل دیا ہے۔پس اگر تم لوگ اور تمام اس زمین والے کافر ہو جائیں،تو خدا کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔آگاہ ہو جاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اس ترک ِنصرت کو جانتے ہوئے کہا ہے جو تمہارے مزاج میں داخل ہو گئی ہے اور اس غداری کو جانتے ہوئے کہا ہے جس کو تمہارے دلوں نے چھپا رکھا ہے۔یعنی میں جانتی تھی کہ تم میری فریادپر لبیک نہ کہو گے۔لیکن یہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ غم کا اظہار ہے ،کھولتے ہوئے دل کی آہ ہے۔

اب یہ ناقہ(حکومت یا دین) تمہارے سامنے ہے اسے لو اور پالان باندھو مگر یاد رہے کہ اس کی پشت مجروح ہے ا ور پاؤں زخمی ہیں۔اس کا عیب باقی رہنے والا ہے۔جس پر اللہ کے غضب کی نشانی اور ہمیشہ کی رسوائی کی علامت لگی ہوئی ہے۔خدا کی آگ سے متصل ہے جو بھڑک رہی ہے اور قیامت میں دلوں پر وارد ہو گی۔پس جو کچھ

کرتے ہو یاکرو گے وہ اللہ کی نظر کے سامنے ہے اور عنقریب ظلم کرنے والے جان لیں گے کہ ان کی بازگشت کتنی بری ہو گی۔میں اس پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں جو تم کو تمہارے سامنے آنے والے عذابِ شدید سے ڈراتا تھا،پس تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا عمل کرتے ہیں،تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں"۔

جنابِ سیدہؑ کو جواب

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ کلام سن کرخلیفہ اول نے کہا:۔

"اے رسول اللہ کی بیٹی یقیناً آپ کے والدِ گرامی مومنین پر مہربان،شفیق رافت ورحمت والے تھے۔اور کافروں کے لیے دردناک عذاب اور بڑی عقوبت تھے۔پس اگر ہم ان کا ذکر کریں تو تمام دنیا کی عورتوں میں ان کو صرف آپ کا باپ اور مَردوں میں صرف آپ کے شوہر کا بھائی پائیں گے جن کو آنحضرتؐ نے اپنے ہر دوست پر مقدم رکھا تھا۔اور آپ کے شوہر نے ہر بڑے امر میں آنحضرتؐ کی مدد کی۔

تم اہل بیت کو دوست نہیں رکھے گا مگر نیک بخت شخص اور دشمن نہ رکھے گا مگر شقی اور بد بخت۔تم رسول اللہؐ کی پاکیزہ عترت اور پسندیدہ افراد ہو۔تم لوگ خیر کی طرف ہمارے رہبر اور جنت کی طرف ہمارے ہادی ہو اور اے عورتوں میں سے بہترین اور بہترین انبیاء کی بیٹی تم اپنے قول میں سچی اور اپنی زیادتی عقل میں سب سے آگے ہو۔تم نہ اپنے حق سے روکی جاؤ گی اور نہ سچ بولنے سے باز رکھی جاؤ گی۔

خدا کی قسم نہ تو میں نے رسول اللہؐ کی رائے سے تجاوز کیا ہے اور نہ ان کے اذن کے بغیر کوئی کام کیا ہے۔تلاشِ آب و دانہ میں آگے جانے والا اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا۔میں اللہ کو گواہ قرار دیتا ہوں اور وہ گواہی کے لئے کافی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء نہ تو سونے چاندی کو میراث میں چھوڑتے ہیں اور نہ مکان و جائیداد۔ہم گروہِ انبیاء تو کتاب ،حکمت اور علمِ نبوت کو وراثت میں چھوڑ جاتے ہیں۔اور جو کچھ ہمارا مال ہوتا ہے وہ ہمارے بعد ولی امر کا حق ہے۔اُسے اختیار ہے کہ وہ اس میں اپنا حکم جاری کرے۔

اور جو تم مانگ رہی ہو یعنی فدک،اُس کو ہم نے جنگی گھوڑوں اور جنگ کے سامان کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔جس کے ذریعہ مسلمان کافروں سے جنگ و جہاد کریں گے اور سرکش فاجروں کا مقابلہ کریں گے اور یہ چیزیں میں نے تنہا اپنی رائے سے نہیں کیں،بلکہ مسلمانوں کے اجماع کی مددسے کی ہیں اور یہ میرا حال و مال آپ کا ہے اور آپ کے سامنے حاضر ہے اسے میں آپ سے دریغ نہ کروں گا۔آپ اپنے پدرِ بزرگوار کی امّت کی سردار ہیں اور اپنی اولاد کی شجرۂ طیّبہ ہیں۔آپ کی فضیلت کا انکار نہیں ہو سکتا اور آپ کے فرع و اصل کو پست نہیں سمجھا جا سکتا۔آپ کا حکم اس مال میں نافذ ہے جو میری ملکیت ہے۔پس کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں نے ان باتوں میں آپ کے والد گرامی کی مخالفت کی ہے"۔

زہرا مرضیہ کا جواب

جنابِ معصومہ سلام اللہ علیہا نے خلیفہ اول کی باتیں سن کر فرمایا:۔

''سبحان اللہ میرے پدرِ بزرگوار نہ توکتاب اللہ سے روگرداں تھے اور نہ اس کے احکام کے مخالف بلکہ اس کے حکم کے تابع تھے اور اس کی سورتوں کے پیرو تھے۔کیا تم لوگوں نے رسول اللہؐ پرجھوٹ باندھ کر اس کے ذریعہ دغا بازی کا اجماع کر لیا ہے۔آنحضرتؐ کی وفات کے بعد یہ حرکت ویسی ہی ہے جیسے آنجنابؐ کی زندگی میں ان کو ہلاک کرنے کے لئے جاری تھی۔

یہ کتاب اللہ، حاکم،عادل اور فیصلہ کن ناطق ہے۔اس کا ارشاد ہے کہ (حضرتِ زکریاؑ نے کہا)وہ لڑکا میرا ورثہ بھی لے اور آلِ یعقوب کا ورثہ بھی اور قرآن نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرتِ سلیمان نے جنابِ داؤد کا ورثہ لیا۔پس خدا وندِ تعالیٰ نے جو مال کی تقسیم اور میراث کی حد مقرر کر دی ہے اور بنی آدم کا مَردوں اور عورتوں کا میراث میں جو حصہ قرار دیا ہے اس میں وہ چیز بیان کر دی ہے جو باطل پرستوں کی غلط دلیلوں کو دور کردے اور آئندہ نسلوں کے گمان اور شبہات کو زائل کر دے۔بے شک تمہارے نفسوں نے تمہارے سامنے ایک برے امر کو اچھا اور خوشنما بنا کر پیش کر دیا ہے۔پس میرے لئے صبر جمیل ہی مناسب ہے،اور جو باتیں تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جائے گی''۔

صداقتِ زہرا کا اعتراف

جنابِ سیدہ سلام اللہ علیہا کی یہ گفتگو سن کر خلیفہ اول نے کہا:

"اللہ بھی سچا اس کا رسول بھی سچا اور رسول اللہؐ کی بیٹی بھی سچی۔تم حکمت کا معدن ،ہدایت و رحمت کا مسکن اور دین کا رکن ہو۔تمہاری درست باتوں کو حق سے دور نہیں سمجھتا اور تمہارے کلام کا انکار نہیں ہے۔لیکن تمہارے اور میرے درمیان یہ مسلمان ہیں جنہون نے مجھے حاکم بنایا ہے اور میں نے جو کچھ تم سے چھین کر اپنے قبضہ میں لیا ہے وہ ان ہی مسلمانوں کے اتفاق سے ہوا ہے۔اس میں نہ میں نے ہٹ دھرمی کی ہے اور نہ تنہا اپنی رائے سے کام لیا ہے اور یہ لوگ اس کے گواہ ہیں"۔

اختتامِ خطبہ

جنابِ مخدومہ سلام اللہ علیہا نے جب یہ کلام سنا تو مسجد نبوی میں موجود لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور ارشاد فرمایا:۔

"اے انسانوں کا وہ گروہ جو باطل کا قول اختیار کرنے پر جلدی کرنے والا ہے اور فعلِ قبیح اور نقصان دہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہے۔کیا تم لوگ قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے؟یا دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟بے شک تمہارے دلوں پر تمہارے فعلِ بد کا رنگ چڑھ ہ گیا ہے

جس نے تمہارے کانوں اور آنکھوں کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔جو تاویل تم نے کی ہے وہ بہت بری ہے۔اور جو اشارہ تم نے کیا ہے وہ بہت لغو اور بدتر ہے اور وہ بہت شرِ عظیم ہے جسے تم نے حق کے بدلے میں اختیار کیا ہے۔

خدا کی قسم تم اس کے بوجھ کو بہت بھاری اور اس کے انجام کو مصیبت ناک پاؤ گے۔جب تمہارے سامنے سے پردے ہٹا دیے جائیں گے اور گھن دار جنگل کی طرح اُدھر کی چیزیں سامنے آ جائیں گی اور تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں وہ سزا ملے گی جس کا تم گمان بھی نہ کر تے تھے۔اس وقت باطل پرست گھاٹا اٹھائیں گے"۔

جنابِ معصومہ سلام اللہ علیہا یہ فرما کر رسول اللہؐ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئیں اور کچھ اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے:۔" آپؐ کے بعد نئی نئی خبریں اور مختلف قسم کی باتیں پیدا ہو گئیں۔اگر آپ ان کے دیکھنے والے ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ پڑتیں۔ہم آپ کے فیض سے یوں محروم ہو گئے جس طرح زمین بارش کے پانی سے محروم ہو جاتی ہے۔آپ کی قوم کا شیرازہ بکھر گیا ہے

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ لوگ کس طرح حق کی راہ سے ہٹ گئے ہیں"۔

جناب ِسیدہ کا یہ خطبہ رسول اللہؐ کی تعلیم کا نہایت صحیح الفاظ میں خلاصہ ہے

معرفتِ الٰہی ،عظمت و رفعتِ نبوت،امامت کی شناخت اور اس کے حقوق و فرائض،قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے اوامر و نواہی کا بیان،نماز،روزہ،زکوۃ،ایمان کی غرض و غایت اور مصلحت،عدلِ الٰہی پر بھروسہ،حشر و نشر پر ایمان،عاقبت کی جزا و سزا کی طرف امت کی توجہ دلانا اور ان کا یقین لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا۔ان تمام باتوں کا بیان اس خطبہ میں موجود ہے اس خطبہ کو مقدمہ فدک کے طور پر بیان کیا گیا اور اس مقدمہ کی تفصیل یہاں پیش کرنا ہمارا مقصد نہیں۔اس کی اردو میں تفصیل کے لئے مرحوم سلطان مرزا کی کتاب سیرتِ زھراء سلام اللہ علیہا کے چودھویں باب کا

مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔جناب سیدہ نے ایک خطبہ مرض الموت میں مہاجرین و انصار کی مستورات کے سامنے بھی بیان فرمایا جس میں جنابِ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے حق چھننے اور آپ کے فضائل و مناقب کو بیان کیا یہ خطبہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے

ہم یہاں اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک خاتون پردے اور حیا کی معراج کی مالکہ ہو کر حق کے بیان اور علیؑ کے فضائل کیسے بیان کرسکتی ہیں اور پردہ و حیا اسے حق کی علمبرداری سے روک نہیں سکتا۔بلکہ اپنے شوہر سے بھی دنیا کی کوئی چیز نہ مانگنے والی اس معصومہ کا یہ کلام بتاتا ہے کہ اس طلب میں دنیا پرستی نہیں بلکہ حق طلبی مدنظر تھی۔

زینب کبری سلام اللہ علیہا

جب قرآن و اسلام میں ذکر کی جانے والی بیبیوں کا بیان ہوا ہے تو یہاں اس بی بی کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو حقیقت میں اپنے بھائی حضرتِ امام حسین علیہ السلام کی شریکہ کار بن کر محافظِ قرآن بنی۔جنابِ زہراء سلام اللہ علیہا کی گود کی پلی اور باب العلم جنابِ علی علیہ السلام کے مکتب کی تعلیم یافتہ اس مخدرہ کا نام گرامی زینب ہے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امامؑ کی شہادت کے مقصد کی تکمیل جنابِ زینب علیہا السلام کے ذریعہ ہوئی۔بی بی نے کربلا میں بھائیوں، بھتیجوں ،بھانجوں ،بیٹوں اور بھائی کے باوفا ساتھیوں کی قربانیوں کا دکھ بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔رسول اللہؐ کی نواسی اپنی بہنوں اور دوسری مخدرات کے ساتھ چادر اور پردے جیسا سب سے قیمتی سرمایہ لُٹا کر اس مشن کی خاطر زندہ رہی۔پھر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک بھائی کے مقصدِ شہادت کی تکمیل و تشہیر کرتی رہی۔بازاروں اور درباروں میں یہ بتاتی رہی کہ تم نے کسے قتل کیا۔اس کی اسلام میں عظمت کیا تھی وہ اسلام کا علم تھا جسے تم نے سرنگوں کیا اور ہدایت کا چراغ تھا جسے تم نے گل کر دیا۔

بی بی بھائیوں کی مقتل سے لے کر دمشق کے دربار تک خطبے بیان فرماتی رہی اور حقائق کو روشن کرتی رہی۔بھائی کی مقتل میں کیا کہا اور کوفہ والوں کی کیسے سرزنش

کی اسے ہم یہاں بیان نہیں کر رہے ہم یہاں وہ خطبہ بیان کرنا چاہتے ہیں جو بی بی
نے یزید لعنۃاللہ علیہ کے دربار میں بیان کیا۔

دربارِ یزید میں خطبہ

رسول اللہؐ کی نواسی امام علیؑ کی پروردہ جنابِ زینب سلام اللہ علیہا کو ساری مصیبتوں
سے گزار کر یزید کے دربار میں لایا گیا،یزید پورے شان و شوکت کے ساتھ تخت پر
بیٹھا ہوا ہے اور اس کے گرد ننگی تلواریں لئے ہوئے اس کے سپاہی کھڑے ہیں اس
کے سامنے چند کمزور اور نحیف بے کس قیدی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کھڑے
ہیں،ان کے سب مرد کربلا میں مارے گئے اور یہاں ان کا کوئی حامی و مددگار
نہیں،اس موقعہ پر یزید نے اسلام اور بانیانِ اسلام سے متعلق چند ناروا جملات کہے
،جنابِ زینبؑ سے یہ کلمات برداشت نہ ہوئے اور حق کی طاقت کے زور پر اور اللہ
کی ذات پر توکل کے بھروسے پر یہ خطبہ بیان فرمایا:

"سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود و سلام ہے
اللہ کے رسول اور ان کی تمام آل پر،اللہ نے سچ فرمایا:

پھر برا ہوا انجام ان لوگوں کا جو برائی کرتے تھے،اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے:سورہ روم:۹)`۔

اے یزید تو نے ہم پر ناکہ بند کر دیا،آسمان کی فضا تنگ کر دی،یہاں تک کہ اہلبیتؑ کی مخدرات عصمت کو قید کر کے شہر بشہر پھرایا،اس وجہ سے کیا تجھے یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں‌اور تو اس کی نگاہ میں مکرّم ہے؟اور تیرا یہ ظلم جو ہم پر ڈھایا ہے تو کیا یہ خیال کرتا ہے کہ تجھے اس کی بارگاہ میں شان و منزلت حاصل ہو گئی ہے اور تو اس گمانِ بد کے سبب متکبروں کی طرح پیشانی پر شکن ڈالتا ہے اور دائیں بائیں متکبرانہ انداز سے دیکھ رہا ہے،خوشی سے اپنے شانوں کو حرکت دے رہا ہے اور اترا اترا کر کُ لے مٹکا رہا ہے اور اس پر خوش ہے کہ تو نے دنیا کو اپنے لئے ہموار پایا ہے اور اپنے کام درست کر لئے ہیں‌اور ہماری مملکت و سلطنت تجھ کو بے خار وخلش مل گئی ہے۔جلدی نہ کر،ذرا دم لے،کیا تو نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے:(جو کافر ہو گئے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ اگر ہم انہیں مہلت دیتے ہیں تویہ ان کے نفع میں ہے ،ہم تو یہ مہلت انہیں اس لئے دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کر لیں اور ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔العمران۱۷۸(

اے ہمارے آزاد کردہ غلام کے بیٹے کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو پردے میں رکھا ہے اور رسول اللہؐ کی بیٹیوں کو اسیر کر کے تشہیر کرایا ہے اور ان کے احترام کو پامال کیا ہے۔ان کو سر برہنہ کر دیا ہے۔دشمنوں نے انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر پھرایا ہے۔لوگ ان کے چہروں پر نظر کرتے ہیں‌اور دور و

نزدیک کے لوگ،شریف اور کمینے سب ان کے رخساروں کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔اس پر مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کے ساتھ ان کی حمایت کرنے والا با اختیار مرد کوئی نہیں ہے۔

ہاں اس شخص سے کیونکر مراعات کی امید کی جا سکتی ہے جس کے بزرگوں کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کے تھوکا ہواور جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے پرورش یافتہ ہو۔جو ہمیں بغض و دشمنی اور کینہ و عداوت سے دیکھتا ہے اس کی یہ حالت کیوں نہ ہو۔وہ ہم سے دشمنی کرنے میں کیا کمی کرے گا۔

اے یزید! پھر تو بغیر گناہ اور امر عظیم کا خیال کئے ہوئے اپنے بزرگوں کو یاد کر کے کہتا ہے کہ وہ میرے پاس کا یہ منظر دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑتے اور کہہ اُٹھتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو۔حالانکہ سردارِ جوانانِ جنت ابو عبد اللہ الحسینؑ کے دانتوں کے ساتھ تو بے ادبی کر رہا ہے۔

اے یزیدتو کیوں خوش نہ ہو۔کیوں ایسے کلمات زبان پر نہ لائے اس لئے کہ تو نے زخم کو گہرا کر دیا ہے ا ور شجرہ طیّبہ کو اس کی جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا ہے۔یعنی ذریتِ محمّدؐ کا خون بہایا ہے اور آلِ محمدؐ اور اولاد عبد المطلب کے ان افراد کو جو زمین کے ستاروں کی طرح تھے قتل کر ڈالا ہے۔اور اپنے اسلاف کو اپنی کامیابی پر صدا دے رہا ہے۔پس تو عنقریب ان سے ملحق ہو گااور اس وقت آرزو کرے گا کہ کاش دنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے اور نہ تیری زبان ہوتی تاکہ تو نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتااور جو کچھ تو نے کہا وہ نہ کہتا۔

اس کے بعد معظّمہ نے آسمان کی جانب رخ کیا اور عرض کی:

اے میرے معبود! میرے حق کا بدلہ ظالموں سے لے اور ستمگاروں سے خود انتقام لے ا ور اس پر اپنا غضب نازل کر جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے جوانوں کو تہہ تیغ کیا۔

اے یزید! قسم بخدا جو کچھ ظلم تو نے کیا ہے وہ اپنے ساتھ کیا ہے۔تو نے اپنی ہی کھال چاک کی ہے اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔تو رسول اللہؐ کے سامنے بطورِ مجرم لایا جائے گا کہ تو نے ان کی ذریت کا خون بہایا ہے اور ان کی عترت اور دل کے ٹکڑوں کے ناموس کی ہتکِ حرمت کی ہے۔اسوقت اللہ ان کی پریشانی کو دور کرے گا ،ان کی پراکندگی کو سکون سے بدلے گا اور ستمگاروں سے ان کا حق لے گا۔(اس موقعہ پر بی بی نے قرآن مجید کی آیت تلاوت فرمائی)تو ہر گز گمان نہ کر کہ راہ خدا میں قتل ہونے والے مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہیں۔

اللہ کا انصاف کرنا،حضرتِ محمدؐ کا تجھ سے دعویدار اور دشمن ہونا اور جبرائیل کا ان کی ذریت کی مدد کے لئے تیار ہونا تیری سزا کے لئے کافی ہے۔عنقریب وہ شخص جس نے تیرے لئے بساطِ سلطنت بچھائی تھی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا تھا بہت جلد معلوم کر لے گا کہ ظالموں کا بدلہ بُرا ہوتا ہے اور جائے قیام کے اعتبار سے تم میں کون بدتر ہے اور کس کے اعوان ومددگار ضعیف ہیں۔

اگرچہ گردشِ زمانہ اور حوادثِ روزگار نے مجھے تجھ سے ہم کلام کر دیا ہے مگر پھر بھی میں تجھ کو حقیر ہی سمجھتی ہوں اور سمجھتی رہوں گی اور میں اپنی سرزنش اور توہین کو جو تو ہمارے ساتھ عمل میں لا رہا ہے بہت عظیم جانتی ہوں اور جانتی

رہوں گی،افسوس ہے کہ آنکھیں گریاں ہیں اور سینے آتشِ غم سے جل رہے ہیں، نہایت تعجب ہے کہ رحمان کا لشکر شیطان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہمارا خون ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ابھی تک ٹپک رہا ہے اور ان کے منہ سے ہمارے گوشت کی رطوبت جاری ہے اور صحرا کے بھیڑیئے ان پاکیزہ اور طاہراجساد کا طواف کر رہے ہیں۔

اے یزید!اگر تو نے آج ہم کو تباہ کر کے غنیمت پائی ہے تو کل قیامت کے دن خسارے میں پڑے گا جبکہ تو سوائے اپنے برے اعمال کے وہاں اور کوئی چیز نہ پائے گااور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔اللہ ہی سے شکایت ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔

اے یزید! ہماری دشمنی میں جو مکر و فریب انجام دے سکتا ہے انجام دے لے۔جو سعی و کوشش کر سکتا ہے کر لے اور اپنی طاقت کے جو تیر چلا سکتا ہے چلا لے۔مگر اللہ کی قسم تو ہمارا ذکر صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں سکتا اور نہ ہمارے پیغام کو روک سکتا ہے۔نہ ہمارے مقام کی بلندی کو پا سکتا ہو اور نہ اپنے اس فعلِ بد کے ننگ و عار کو اپنے سے مٹا سکتا ہے۔

تیری رائے اور عقل بہت کمزور ہے اور تیری زندگی کے دن بہت محدود ہیں۔جس دن منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اس دن تیرا ذخیرہ فقط پریشانی ہو گی۔

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہماری ابتداء کو سعادت سے بہرہ اندوز کیا اور ہمارے اختتام کو شہادت اور رحمت کا فخرعطا فرمایا۔میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ہمارے شہیدوں کا ثواب مکمل کرے ان کے اجر کو زیادہ فرمائے اور ہمارے بقیہ افراد کے

حالات کی درستی اور اصلاح میں احسان فرمائے۔وہ بخشنے والا اور مہربان ہے،اور ہر پہلو سے وہی بہترین وکیل ہے"۔

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا کے اس خطبے میں کیا کیا پیغام اور سبق نمایا ہیں یہ مختصر تحریر ہمیں اس کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔اس خطبہ میں بی بی نے قرآن مجید کی اس آیت کی عملی تفسیر بیان کر دی جس میں ارشاد الہی ہے"اور تم ہی برتر ہو اگر تم ایمان والے ہو"بی بی نے اس خطبہ ہیں‌اپنے دادا حضرتِ ابو طالب کی طرح مشن کی پاسداری ، اپنی دادی جنابِ فاطمہ بنت اسد کی طرح رہبر کی پر و ر ش اور اپنی نانی جنابِ خدیجہ کی طرح مشن پرخرچ اور اپنے نانا کے پیغام کی سچائی کا اظہار فرمایاہے،جنابِ زینبؑ کے اس خطبہ میں علوی جرأت اور فاطمی غیرت نمایاں ہے۔

خواتین کے لئے سبق

قرآن مجید اور دوسرے اسلامی منابع میں موجود چند بیبیوں کی زندگیوں کے چند واقعات ہم نے یہاں بیان کئے اور اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ خواتین ان کرداروں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے کردار کو ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں اور ہم نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ اس میں ان پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا جائے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت ہونا کوئی کمزوری کی دلیل نہیں بلکہ ان عورتوں نے دین اور بانیانِ دین کی حفاظت کی اور اس دور میں بھی خواتین یہ کام کر سکتی ہیں۔ان واقعات سے یہ درس ملتا ہے کہ وہاں فرض اور ذمہ داری کی بات تھی برابری کی بات نہیں تھی۔ خلیلِ خدا کے گھر کو سکون کا گہوارہ بنانے والی هاجرہ بھی ایک عورت تھی اور محمد مصطفیٰؐ کو سہارا دینے والی خدیجۃ الکبریٰ بی ایک خاتون ہی تھی وہ کردار اپنائے

جائیں تو پھر رسول اللہؐ جیسے شوہر کی بھی صدا سنائی دے گی"خَدِیجَۃ ُ وَ اَیْنَ مِثْلُ خَدِیجَۃَ"خدیجہ اور کہاں ہے کوئی مثل خدیجہ۔

الہی !جنابِ خدیجہ، آپ کی بیٹی اور نواسیوں کا صدقہ ہماری خواتین کو قرآنی کردار عطا فرما۔

ہماری مطبوعات

معارف نہج البلاغہ (مجموعۂ مقالات)

تعلیمات نہج البلاغہ (مجموعۂ مقالات)

تعلیمات علوی (مجموعۂ مقالات)

صلاۃ (انگلش میں نماز کے متعلق مفصل کتاب)